

جنوبی ہند کی اردو صحافت

[۱۸۵۷ء سے پیشتر]



ڈاکٹر محمد افضل الدین اقبال
ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (عثمانیہ)

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

۱۹۸۱ء

۷۸۶

غوث محمد خان

جمیل القادر

دائرہ پریس حیدرآباد

۱۵/- روپے

۱۸/- روپے

معین پبلیکیشنز "مقام مسعود"

جام باغ روڈ، حیدرآباد دکن (اے۔ پی۔)

+ سہ اشاعت پبلیکیشن

+ تعداد

+ ٹائٹل

+ کتابت

+ طباعت

+ قیمت غیر مجلد

+ لائبریری ایڈیشن

+ ناشر

بلنے کے پتے

- بک ڈپو آندھرا پردیش اُردو اکیڈمی، حیدرآباد دکن
- مصنف "مقام مسعود" ۳۸-۲-۵، جام باغ روڈ، حیدرآباد (اے۔ پی۔)
- مکتبہ جامعہ لیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
- بک ڈپو اُتر پردیش اُردو اکاڈمی، لکھنؤ
- گوہر بک ڈپو، ٹریڈ لیکن ہائی روڈ، مدراس ۷

انتساب

میرے جواں مرگ والد

مولوی محمد شرف الدین صاحب مرحوم
(بانی و معتمد کل ہند صنعتی نمائش حیدر آباد)

اور

میرے شفیق و محترم چچا

الحاج مولوی برہان الدین حسین صاحب مرحوم
(سابق نائب ناظم زراعت حکومت آندھرا پردیش)

کے نام

محمد فضل اقبال

فہرست مضامین

۲۷	تلگو صحافت	۷	پیش لفظ ڈاکٹر سیدہ جعفر ریڈر جامعہ عثمانیہ
۲۸	مرٹھی صحافت	۹	دیباچہ
۲۹	ہندوستان کے فارسی اخبارات	۱۳	صحافت کیا ہے ؟
۲۹	جنوبی ہند کی فارسی صحافت	۱۸	صحافت کا آغاز
۲۹	مدراس کی فارسی صحافت	۱۸	چینی، انگریزی، فرانسیسی، جرمنی، اطالوی
۳۰	بمبئی کی فارسی صحافت		ترکی، عربی اور فارسی صحافت کی ابتدا
۳۲	ہندوستان میں اردو صحافت کی ابتدا	۲۰	ہندوستان میں صحافت کا آغاز
۲۲	جام جہاں نما کلکتہ	۲۲	شمالی ہند میں صحافت کی ابتدا
۳۲	آئینہ سکندر بمبئی	۲۳	جنوبی ہند میں صحافت کا آغاز
۳۲	دہلی اردو اخبار دہلی	۲۳	مدراس میں صحافت کی ابتدا
۳۵	سید الاخبار دہلی	۲۵	مدراس میں سنسر شپ
۳۵	خیر خواہ ہند مرزا پور	۲۵	بمبئی میں صحافت کی ابتدا
	ہندوستان کے مختلف شہروں میں	۲۶	حیدرآباد میں صحافت کی ابتدا
۳۵	اردو صحافت کی ابتدا	۲۶	بنگلور و میسور میں صحافت کی ابتدا
۳۵	دہلی میں اردو صحافت	۲۷	علاقائی زبانوں کی صحافت کی ابتدا
۲۵	آگرہ میں اردو صحافت	۲۷	بنگالی صحافت
۲۶	بنارس میں اردو صحافت	۲۷	ہندی صحافت
۳۶	لکھنؤ میں اردو صحافت	۲۷	تامل صحافت

جنوبی ہند کی قدیم اردو صحافت کا

۱۰۴	ایک جائزہ	۳۶	لاہور میں اردو صحافت
۱۰۸	جنوبی ہند کے قدیم اردو مطابع	۳۶	سیالکوٹ میں اردو صحافت
	جنوبی ہند میں چھاپے خانوں کی ابتدا	۳۶	ملتان میں اردو صحافت
۱۰۸	اوران کا تحقیقی جائزہ	۳۶	بمبئی میں اردو صحافت
۱۰۹	مدراں کے قدیم مطابع	۳۶	بنگلور و میسور میں اردو صحافت
۱۱۱	مطبع کشن راج	۳۷	چیدرا بادر کن میں اردو صحافت
۱۱۱	مطبع جامع الاخبار	۳۸	جنوبی ہند میں اردو صحافت کی ابتدا
۱۱۳	مطبع اعظم الاخبار	۴۱	مدراں کے قدیم اردو اخبارات
۱۱۳	مطبع تعلیم الاخبار		جامع الاخبار
۱۱۴	مطبع اسلامیہ	۵۰	اعظم الاخبار
۱۱۴	مطبع خوشیہ	۶۰	آفتاب عالم تاب
۱۱۴	مطبع احمدی	۶۳	تیسیر الاخبار
۱۱۴	مطبع شرفیہ	۷۷	رئیس الاخبار
۱۱۵	مطبع خورشید	۷۸	تعلیم الاخبار
۱۱۵	مطبع مخزن الاخبار	۸۰	امیر الاخبار
۱۱۵	مطبع منظر العجائب	۸۶	قاصد الاخبار
۱۱۶	مطبع عزیز نیہ	۸۶	مرآۃ الاخبار
۱۱۶	مطبع اکبری	۸۷	منظر الاخبار
۱۱۶	مطبع رحمانی صبح صادق	۹۳	صبح صادق
۱۱۷	بمبئی کے قدیم مطابع	۹۸	طلسم حیرت مدراس پینچ
۱۱۸	بنگلور و میسور کے قدیم مطابع	۱۰۱	ریاض الاخبار
۱۱۹	چیدرا بادر کے قدیم مطابع	۱۰۱	عمدۃ الاخبار
		۱۰۲	خصص الاخبار

پیش لفظ

۱۸۵۷ء سے قبل اُردو اخبارات نے سماجی آگہی، عصری حیثیت اور سیاسی شعور کی بیداری میں جو اہم رول ادا کیا ہے اُسے کسی طرح فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ہندوستان میں اخبار کا باقاعدہ رواج ایسٹ انڈیا کمپنی کی عملداری کے ابتدائی زمانے ہی سے ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں: ”کمپنی کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں سب سے پہلے انگریزی اخبار جاری ہوئے جن کے مالک انگریز تھے۔“ ”ہیزنگل گزٹ (HICKY'S BENGAL GAZETTE) کے اجراء کے چند ہی سال بعد جنوبی ہند میں مدراس کوریئر (MADRAS COURIER) کی اشاعت نے صحافت کے اولین نقوش اُبھارے۔ جنوبی ہند کی ریاستوں میں مدراس کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اُردو اخبار سب سے پہلے یہیں جاری ہوا۔ جنگ آزادی سے قبل مدراس میں اُردو اخبار ”آفتاب عالم تاب“ رئیس الاخبار، تعلیم الاخبار، امیر الاخبار، مظہر الاخبار، صبح صادق اور طلسم حیرت، وغیرہ مدراس کے مشہور اخبارات تھے۔

جنوبی ہند کی اُردو صحافت پر ایک مفصل کتاب تصنیف کرنے کی ضرورت تھی جس کی ڈاکٹر افضل الدین اقبال نے بڑی حد تک تکمیل کر دی ہے۔ زیر نظر کتاب میں اس موضوع پر مستشرقینہ مؤلفہ لکھا کر کے اسے سلیقے اور خوش اسلوبی کے پیش کیا گیا ہے اور اس سے نوجوان مصنف کے علمی ذوق اور ادبی لگن کا اندازہ ہوتا ہے۔ اُردو صحافت کا جائزہ لینے والے بعض مصنفین کو مذکورہ بالا اخبارات کے سنا اشاعت اور دیگر تفصیلات کے سلسلے میں جو غلط فہمیاں پیدا ہوئی تھیں ان کا ازالہ کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ جنوبی ہند میں اُردو صحافت کی تاریخ مرتب کرنے کی طرف تا حال بہت کم توجہ کی گئی ہے حالانکہ یہاں کے اخبارات نے رائے عامہ کی تربیت اور قومی و ملی جذبات کو ابھارنے میں نمایاں حصہ لیا اور گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ ”اعظم الاخبار“ (مدراس) میں بہادر شاہ ظفر کا کلام بڑے اہتمام سے طبع کیا جاتا اور ظفر کی زمین میں شعراء سے غزلیں لکھنے کی فرمائش کی جاتی اور ان غزلوں کو بلا معاوضہ شائع

کیا جاتا تھا۔ ”اعظم الاخبار“ دوسرے اخبارات سے اس لئے ممیز تھا کہ اس میں معاشرتی اصلاح کے پہلو پر بطور خاص زور دیا جاتا تھا۔ عوام کی فلاح و بہبود اس کا مطمح نظر بن گیا تھا تو ہم پرستی افلاکی تنزل، جہالت اور ناپسندہ رسومات کے خلاف اس نے آواز بلند کر کے مسلمانوں کو ان کی ثقافتی و معاشی زبوں حالی کا احساس دلانے کی کوشش کی تھی ”جامع الاخبار“ (مدراس) سیاسی اور سماجی امور کی طرف بلیغ اشارے کر کے تعلیم یافتہ اور باشعور طبقہ کو دعوتِ فکر دیتا تھا۔

مختصر یہ کہ ان اخبارات کی تاریخی، سیاسی، ادبی اور ثقافتی خدمات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ میرے شاگرد ڈاکٹر افضل الدین اقبال نے اس کتاب میں مدراس کے پندرہ قدیم مطابع کا بھی تفصیلی طور پر ذکر کیا ہے، انھوں نے اس کتاب میں اردو صحافت کی ابتدائی تاریخ کے ایک نئے باب کو روشناس کر دیا ہے اور قدیم اخبارات کی صحافتی خدمات کو جو امتداد زمانہ کی وجہ سے نقش و نگار طاق نسیاں بن گئی تھیں منظرِ عام پر لا کر ایک اہم ادبی خدمت انجام دی ہے جس کے لیے وہ یقیناً قابلِ مبارکباد ہیں۔

ڈاکٹر شیدہ جعفر
ریڈر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ

۲۰ دسمبر ۱۹۸۰ء
لنگرہوس، حیدرآباد دکن

دیباچہ

اعداد و شمار کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اُردو دنیا کی تین بڑی زبانوں میں سے ایک بڑی نامانی جاتی ہے۔ اُردو بولنے، لکھنے اور پڑھنے والے افراد دنیا کے ہر گوشے میں پائے جاتے ہیں۔ کے پروگرام دنیا کے تقریباً تمام بڑے بڑے مرکزی شہروں سے نشر کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح کے اخبار یا رسالے برصغیر ہند کے علاوہ سنکا پور، آفریقہ، انگلستان اور امریکہ سے بھی جاتے ہیں دنیا کی بڑی بڑی جامعات میں اُردو کے شعبے قائم ہیں اور تحقیقی کام بھی رہا ہے۔ انگلستان اور یورپ کے مختلف شہروں میں اُردو کے کتب خانے اور اُردو ایاب مخطوطات محفوظ ہیں۔ اُردو زبان کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اس کی ترقی میں برصغیر کے علاوہ انگریز مستشرقین، فرانسیسی مستشرقین اور امریکی مستشرقین کے علاوہ روسی، چینی اور فی مستشرقین بھی حصہ لیتے ہیں۔ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کے قائم کردہ فورٹ ولیم کالج، فورٹ سینٹ جارج کالج مدراس اور ہیل بری کالج ہرٹ فورڈ شاہیر نے اُردو (ادب کی ترقی میں گراں قدر حصہ لیا۔ ہندوستان میں صحافت کی ابتداء بھی انگریزوں (دین ہے۔

اس جمہوری دور اور عصر جدید میں صحافت کی اہمیت سے بھلا کس کو انکار ہو سکتا آزاد ہند کی جنگ آزادی میں بلا جھجک میں کہہ سکتا ہوں کہ اُردو زبان اور اُردو صحافت نے اُردو قدر حصہ لیا ہے یہی نہیں اُردو صحافت نے گراں قدر مذہبی، سیاسی، معاشی سماجی خدمات بھی انجام دی ہیں ان پر تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔

زیر نظر کتاب ”جنوبی ہند کی اُردو صحافت (۱۸۵۷ء سے پیشتر) میری ایک علمی تحقیقی کاوش ہے جسے میں بڑے بھر و انکسار کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں یعنی تحقیق کے بارے میں جامعیت کا دعویٰ ہے اور نہ ہو سکتا ہے لیکن اتنا ضرور لگتا کہ اُردو زبان میں پہلی مرتبہ جنوبی ہند کی قدیم صحافت پر سیر حاصل روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اُردو اخبارات کی ابتدائی تاریخ ابھی تاریخی میں ہے اگرچہ مولانا

امداد صابری کی "تاریخ صحافت اردو" جناب عتیق صدیقی کی "ہندوستانی اخبار نویس" اور ڈاکٹر عبد السلام خورشید کی "صحافت پاکستان و ہند میں" جیسی اہم کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں لیکن ان کتابوں میں جنوبی ہند کی اردو صحافت پر بہت کم لکھا گیا ہے اسی لیے مجھے خیال ہوا کہ جنوبی ہند کی قدیم صحافت پر اپنی تحقیقات کو علمی دنیا کے سامنے پیش کروں تاکہ صحافت کی قدیم تاریخ کا کوئی گوشہ نشہ نہ رہے۔

مجھے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے "مدراس میں اردو ادب کی نشوونما" کے سلسلے میں مدراس کے قدیم اخبارات کی تلاش رہی۔ بین الاقوامی شہرت کے حامل علوم اسلامیہ اور بین الاقوامی قانون کے ماہر، پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے بھی اپنے خط کے ذریعہ مجھے مدراس کی قدیم اردو صحافت کی اہمیت سے آگاہ کیا تھا اب اگرچہ امتداد زمانہ کی وجہ سے مدراس کے قدیم اخبارات غفا ہو چکے ہیں لیکن تلاش و جستجو سے مدراس کے بہت سے قدیم اخبارات کا پتہ چلا۔ ان اخبارات سے اہل علم اب تک واقف نہ تھے اسی وجہ سے جن اباب علم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اہل محفل نے اپنے موضوع سے کماحقہ انصاف نہیں کیا۔ مولوی نصیر الدین ہاشمی، ڈاکٹر عبدالحی، پروفیسر قاسم علی سجن لعل، قاضی عبدالغفار، جناب عتیق صدیقی، مولانا امداد صابری اور ڈاکٹر عبد السلام خورشید وغیرہ جیسے محققین "اعظم اخبار" ہی کو مدراس کا اولین اخبار سمجھتے رہے جو ۶ جولائی ۱۸۴۸ء کو مدراس سے شائع ہوا، حالانکہ اس اخبار سے سات سال قبل ۱۸۴۱ء میں مدراس ہی سے "جامع الاخبار" شائع ہو رہا تھا مدراس اور جنوبی ہند کا یہ اولین اخبار ہندوستانی کے قدیم ترین اخباروں میں سے ایک ہے اس اخبار کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ معاشرے کے غریب اور متوسط طبقہ کے حقوق کی حفاظت ہمیشہ اس کے پیش نظر رہی، اس نے سماجی بلریوں پر بے باکانہ تنقید کی اور سیاسی مسائل کا اچھا تجزیہ پیش کیا۔ اس اخبار کی علمی و ادبی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح "اعظم الاخبار" مدراس کی اردو صحافت میں ایک نشان میں کی حیثیت رکھتا ہے اس خبر نے سماجی اصلاح کو اپنا مطمح نظر بنایا۔

"جامع الاخبار" اور "اعظم الاخبار" کے علاوہ مدراس کے دیگر اخبارات جیسے "آفت عالم تاب"، "تیسیر الاخبار"، "رئیس الاخبار"، "تعلیم الاخبار"، "امیر الاخبار"، "منہار الاخبار"، "صبح صادق" طلسم حیرت مدراس پنچ اور شمس الاخبار وغیرہ کا کام صرف یہی نہیں تھا کہ جگہ جگہ کی

مختلف خبریں عوام تک پہنچائی جائیں بلکہ معاشرے کے غریب اور متوسط طبقے کے حقوق کی حفاظت کے لیے یہ اخبارات ہمیشہ پیش پیش رہیں، ان اخباروں نے سماجی مسائل اور سماجی اصلاح کو اپنا مطمح نظر بنایا اور عوام کی فلاح و بہبود کی طرف بظور خاص توجہ کی اس زمانے کے اخبارات کہنے کو تو خبرنامے تھے لیکن خبروں کی فراہمی اور اشاعت کچھ اس طرح ہوتی کہ وہ عوام پر اثر انداز ہوتے اور ان کے انداز فکر کو متاثر کرتے حکومت بھی چونک پڑتی اور اس کو اندیشہ ہوتا کہ بعض امور میں رائے عامہ اس کے خلاف نہ ہو جائے۔ قومی تحریکیں ہوں کہ افرادی کوششیں سب ہی ان اخباروں کے ذریعہ پھیلی اور پھولتی رہیں۔ یہ اخبارات درحقیقت اعلیٰ قدروں اور اعلیٰ اصولوں کے صحیفے تھے۔ ان ہی اخبارات کی بدولت گھر گھر علم و دانش کے چراغ روشن ہوئے۔ شعروادب کی محفلیں آراستہ کی گئیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے گڑھ "مدرا" کے "اعظم الاخبار" میں آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کا کلام بڑے اہتمام سے شائع ہوتا تھا اور شاہ ظفر کی زمینوں میں مقامی شعراء طبع آزمائی کرتے اور "اعظم الاخبار" انھیں فخر سے بلا معاوضہ شائع کرتا۔ مرزا غالب کا کلام بھی یہاں کے اخبارات کی زینت بنتا۔ آج کے اس جمہوری اور عوامی دور میں جو بہنہ جہتی ترقیاں ہو رہی ہیں ان میں بلاشبہ ان اخباروں کا اہم کردار ہے۔ جنوبی ہند کی تہذیب کو سمجھنے یہاں کی ادبی، لسانی، معاشی سماجی، تہذیبی، مذہبی اور سیاسی زندگی کے میل و نہار کے مطالعہ کے لیے ان اخباروں کا پڑھنا بے حد ضروری ہے اور ان کا مطالعہ کیے بغیر جنوبی ہند کی تاریخ نگاہی نہیں جاسکتی۔

طباعت کے سلسلہ میں عملی دلچسپی لی اور مسودہ کی اصلاح فرما کر مفید مشوروں سے نوازا۔ عزیز محترم ڈاکٹر محمد غوث صاحب نے کتب خانہ مدرسہ محمدی دامادنی کتب خانہ مدراس کے کمران قدر علمی ذخیرے اور قدیم اخبارات سے اور محترمہ شاکرہ آپا صاحبہ نے عثمانیہ یونیورسٹی لاہور کے قدیم اخبارات سے استفادہ کا موقع دیا۔ یہی نہیں ان دونوں نے قدیم اخبارات کے نوٹس کیاں بھی عنایت کیں میں ان دونوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ لاہور میں صاحب کتب خانہ 'ادارہ ادبیات اردو' حیدر آباد کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے 'جامع الاخبار' کی فائیل سے استفادہ کا موقع دیا۔ برادرم عبداللہ صاحب بھی تہہ دل شکر گزار ہوں جن کی وجہ سے میں کتب خانہ انجمن ترقی اردو حیدر آباد کے مطبوعات اور قدیم رسائل سے استفادہ کر سکا۔

جناب غوث محمد خان صاحب نے محنت و کاوش کے ساتھ گردپوش کا ڈیزائن تیار کیا اور جمیل القادر صاحب نے کتابت کا دشوار مرحلہ خوش اسلوبی سے طے کیا اس کا اظہار بھی میرا اخلاقی فرض ہے۔

اقبل اقبال

”مقام مسعود“
جام باغ روڈ حیدر آباد

مکانت

کی

ہے

صحافت کیا ہے؟

صحافت یا جرنلزم حقائق سے راست طور پر آگاہی کا نام ہے اس میں واقعات کی عکاسی کی جاتی ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے کالم نگار کا بیان ہے کہ انگریزی لفظ جرنل (JOURNAL) لاطینی لفظ (DIURNALIS) سے ماخوذ ہے۔ فرانسیسی میں جرنل کے اصلی معنی ”روزانہ“ کے ہیں جیسا کہ مشہور شاعر اسپنسر (SPENSER) کی شاہکار نظم فیری کوئن (FAERIE QUEENE) میں اس لفظ کا استعمال (XI 31) ہوا ہے۔

جدید عربی میں اخبار کے لیے ”جریدہ“ کی اصطلاح مستعمل ہے اس کا مترادف ”صحفہ“ ہے جو بہ صورت واحد کم استعمال ہوتا ہے لیکن بعینہ جمع یعنی صحف کا استعمال جراند کی نسبت عام ہے۔

ڈائریئل اور جرنل کے الفاظ سترہویں اور اٹھارویں صدی میں پیراڈیکل-PERIODICAL (موقتی رسالہ یا مجلہ کے معنی میں استعمال ہوتے رہے۔ موجودہ بیسویں صدی میں جرنل کا لفظ عموماً تقریظ اور علمی اشاعتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مشہور ادیب و ڈرامہ نگار جارج برنارڈ شاہ نے کہا ہے کہ اعلیٰ ادب اور بلند پایہ ادبی شہ پارے درحقیقت ”صحافت“ ہیں : (ALL GREAT LITERATURE IS JOURNALISM)

صحافت کا زندگی سے اور زندگی کا ادب سے چونی دامن کا ساتھ ہے۔ آج مغرب میں ادب اور صحافت نہ صرف دوش بدوش ہیں بلکہ زندگی کی ہر ہی میں دونوں کا رول لازم و ملزوم ہو کر رہ گیا ہے۔ ادب اب زندگی کا ترجمان بن گیا ہے اور زندگی واقعات کے گرد و پیش سے اپنا واسطہ نہیں توڑ سکتی۔ قوت اور اثر میں صحافت کو پارلیمنٹ کے مماثل قرار دیا گیا ہے۔ صحافت کا انسانی جذبات و احساسات سے گہرا تعلق ہے بعض مرتبہ ایک افسانہ یا

نظم سے زیادہ کسی افسانہ کی سُرخِ ہمارے جذبات و احساسات کی دُنیا میں آگ لگائی ہے۔ اخبار کا ایک کارٹون تک لوگوں کی قسمت بنانا یا بگاڑنا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اکثر ادیبوں نے ابتداءً اخباروں اور رسالوں کیلئے مضامین لکھنے شروع کیے اور بعد میں ان کی تحریروں کو ادبی اہمیت حاصل ہوئی۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس اور جرمنی وغیرہ میں ایسے بے شمار صحیفہ نگار ہیں گئے جنہوں نے صحافت کے ذریعہ ہی ادب اور سیاست میں نمایاں شہرت اور کامیابی حاصل کی ان میں مشہور امریکی

طابع، سائنس دان، مُصنّف، سفیر، سیاست دان، بنجامن فرینکلن (BENJAMIN

FRANKLIN)، ممتاز دیل، سیاست دان، ادیب الکزنڈر ہملٹن (ALEXANDER

HAMILTON)، ممتاز رومانی شاعر ولیم کلن برائنٹ (WILLIAM CULLEN BRYANT)

مشہور ناول نگار مارک ٹوین (MARK TWAIN)، ممتاز صحیفہ نگار و شاعر والٹ

وہٹ من (WALT WHITMAN)، امریکی صدر جمہوریہ روزولٹ (ROOSEVELT)

ممتاز ادیب جوزف ایڈلسن (JOSEPH ADDISON)، مشہور شاعر، ڈرامہ نگار ناول

نگار، لغت نویس و نقاد ڈاکٹر سمیول جانسن (DR. SAMUEL JOHNSON)، مشہور

ناول نگار ڈیفو (DANIEL DEFOE)، ممتاز مورخ و انشاء پرداز تھامس میکالے

(THOMAS MACAULAY)، مشہور ناول نگار تھیکرس (THACKERAY)، مشہور

مفسر، مقرر، ناول نگار چارلس ڈکنس (CHARLES DICKENS)، مشہور سیاست

دان و وزیر اعظم انگلستان ولیم گلڈسٹون (WILLIAM GLADSTONE)، ممتاز

ادیب و ڈرامہ نگار جارج برنارڈ شاہ (G.B. SHAH)، اور مشہور سیاست دان و

وزیر اعظم برطانیہ چرچل (CHURCHILL) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جرمن کے مشہور ناول

نگار، شاعر و ادیب گوٹے (GOETHE) اور ممتاز ڈرامہ نگار، شاعر و مورخ پرفیئر

سچلر (SCHILLER) بھی صحافی تھے۔ جرمن ڈکٹیٹر ہٹلر (HITLER) اور اطالوی

ڈکٹیٹر موسولینی (MUSSOLINI) صحافت کے ذریعہ ہی برسرِ اقتدار آئے تھے۔ خود اُردو

زبان کے متعدد ادیبوں اور شاعروں، محققوں اور نقادوں کا صحافت سے گہرا تعلق

رہا ہے۔ صحافت کے ذریعہ ہی انہیں شہرت و عزت ملی جس طرح فرانس میں ممتاز ادیب

روسو (ROUSSEAU) کی ادبی تحریریں انقلابِ فرانس کی محرک رہی اسی طرح فرنگی

صحافت کا آغاز

محققین کا بیان ہے دُنیا کا پہلا اخبار ایک ہزار سال قبل چین میں نانگ خاندان کی حکومت کے دوران جاری ہوا اور ۱۹۱۱ء تک ”پیکن گزٹ“ کے نام سے چھپتا رہا۔ یہ اخبار خواص تک محدود تھا۔ یورپ کے مختلف شہروں اور مختلف زبانوں کے اولین اخبارات کی اجرائی کا تذکرہ کرتے ہوئے اس صدی کے نامور اردو صحافی مولانا عبد المجید سنگھ کے صاحبزادے ڈاکٹر عبدالسلام خورشید (جنھوں نے یونیورسٹی آف ایسٹرڈم سے صحافت پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی ہے) لکھتے ہیں:

”یورپ کا پہلا باقاعدہ اخبار جرمنی کے شہر ’آگس برگ‘

سے ۱۴۹۹ء میں جاری ہوا۔ اس کا نام AVISA RELA-

(TION ORDER ZEITUNG) تھا اسی سال سٹر اس بورگ سے

(STRASBOURG RELATION) کے نام سے ایک جرمن اخبار شائع ہوا۔ ان دونوں کے پرچے محفوظ ہیں۔ ان دونوں اخباروں میں سارے یورپ کی خبریں چھپا کرتے تھے۔ فرانس کا پہلا اخبار ”گوزٹ“ تھا جو بعد میں ”گوزٹ دی فرانس“ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ اخبار ۱۶۳۱ء میں جاری ہوا۔ اٹلی کا پہلا اخبار ”SINCERO“ تھا جو ۱۶۴۶ء میں جنوا سے نکلا۔ انجیم کا پہلا اخبار اینٹورپ کے شہر سے ۱۶۴۶ء میں جاری ہوا۔ لینڈ میں ۱۶۳۰ء سے قبل اسٹرڈم کے مقام پر کچھ اخبار جاری تھے۔ اس زمانے میں آسٹریا کے شہر ویانا میں بھی تین ہفت روزہ جرائد موجود تھے۔ سوئٹزر لینڈ کا پہلا اخبار ۱۶۱۰ء میں بازل کے شہر سے نکلا اس کا نام (ORDINARI WOCHENZEITUNG) تھا انگلستان میں صحافت کا ابتدا کا لکھا ہوا ہے۔

انگریزی زبان کے اولین اخباروں کا اصل گہوارہ ہالینڈ کا شہر امسٹرڈم تھا۔ ۱۶۲۲ء میں خود انکسار سے بھی انگریزی اخبارات شائع ہونے لگے۔ اس زمانے میں اخبار صرف ایک ورق پر مشتمل ہوتا تھا جس کی دونوں جانب خبریں چھپی ہوتی تھیں۔ ۱۷۳۳ء میں برطانیہ کے اخبارات کی کل سالانہ اشاعت چوبیس لاکھ تھی اور ۱۷۶۷ء میں ایک کروڑ تیرہ لاکھ سے متجاوز ہو گئی تھی۔

اُردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے کالم نگار کا بیان ہے کہ :
 ”مشرق وسطیٰ کے اولین اخبار فرانسیسی میں تھے اور فرانسیسی حکومت ہی کی زیر سرپرستی شائع ہوتے تھے۔ ۱۷۹۰ء تا ۱۸۰۰ء ہی میں قسطنطنیہ کے فرانسیسی مطبع نے ان خبرناموں، اعلانیوں اور اعلانوں کی اشاعت شروع کر دی تھی جو فرانسیسی سفارت خانے کی طرف سے جاری ہوتے تھے۔ قسطنطنیہ کا فرانسیسی گزٹ.....

(GAZETTE FRANÇAISE DE CONSTANTINOPLE)
 پہلا اخبار ہے جو مشرق وسطیٰ میں شائع ہوا۔ یہ چار فل سیکپ صفحا پر مشتمل تھا۔ یکم مئی ۱۸۶۲ء کو مراکش کا پہلا اخبار (EL LIBERAL)
 (AFRICANO) کے نام سے شائع ہوا۔ ۱۲ جمادی الاول ۱۲۴۴ھ م ۲۰ نومبر ۱۸۶۲ء کی تاریخ ہے۔ جب قاہرہ سے صحیح معنوں میں عربی کا پہلا اخبار ”اوقائع المصریہ“ کے نام سے شائع ہوا۔ یہ محمد علی کی حکومت مصر کا اپنا پیرچہ تھا۔ یکم جمادی الاول ۱۲۴۷ھ م ۱۳ مئی ۱۸۶۲ء کو ”تقویم وقائع“ کا پہلا پیرچہ ترکی زبان میں شائع ہوا۔ ”جریدہ حوادث“ ترکی زبان کا سب سے پہلا غیر سرکاری اخبار ہے جس کی ایک انگریز ولیم چرمل نے ۱۸۶۴ء میں بنیاد ڈالی۔ ۱۸۶۵ء میں بیروت سے ایک عربی اخبار ”مراۃ الاحوال“ حوالہ کی ادارت میں نکلا۔ بیروت ہی سے ۱۸۶۵ء میں السلطا شائع ہوا۔ ایران میں سب سے پہلے اخبار ۱۸۶۸ء میں تہران سے جاری ہوا پھر شیراز، اصفہان اور تبریز سے بھی اخبارات شائع ہوئے۔

صحافتی عربی زبان کا آغاز ”الجواب“ (۱۸۶۹) سے ہوا۔ یہ اُنیسویں صدی کا سب سے بڑا عربی اخبار تھا اور قاہرہ، بیروت، دمشق، عراق اور مغربی آفریقہ میں فروخت ہوتا تھا۔ مصر کا ”الانوار“ جو ۱۸۶۷ء میں اسکندریہ سے نکلا آج بھی عربی دنیا کا سب سے بڑا اخبار تصور کیا جاتا ہے۔

سوڈان، لبنان، شام، فلسطین، عراق، عرب، شمالی آفریقہ، الجزائر، مراکش، تونس، لیبیا اور ترکیہ میں عربی و ترکی صحافت کا آغاز ۱۸۶۵ء کے بعد ہوا۔ سوڈان اور فلسطین میں عربی صحافت کی ابتداء تو بیسویں صدی میں ہوئی اس لیے یہاں کی صحافت کا تذکرہ نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر اس کا تذکرہ بے جا نہ ہو گا کہ فرانس کی انقلابی سرزمین سے ہی مارچ ۱۸۶۴ء میں علامہ جمال الدین افغانی نے عروۃ الوثقی جاری کیا۔ اس پرچہ نے اسلام کی پُرورش حمایت اور مصر اور ہندوستان میں انگریزوں کی مخالفت میں بڑا نام پیدا کیا۔

ہندوستان میں صحافت کا آغاز

ہندوستان میں اخباروں کا رواج ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے ابتدائی زمانے سے ہوا۔ محاذ مورخ ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں :

”کمپنی کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں سب سے پہلے انگریزی

اخبار جاری ہوئے جن کے مالک انگریز تھے“۔

ہندوستان کے سب سے پہلے انگریزی اخبار کے متعلق علامہ عبداللہ یوسف علی نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے جس انگریز نے اخبار جاری کیا وہ جیمس آگسٹس ہکی..... (JAMES AUGUSTUS HICKY) تھا اس نے (۲۹ جنوری ۱۷۸۰ء) میں ”ہیکز

بنگال گزٹ“ (HICKY'S BENGAL GAZETTE) جاری کیا تھا۔

- | | |
|----|---|
| ۱۔ | تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ”اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام“ (اردو دائرۃ المعارف اسلامیکہ) جلد ۷ صفحات ۱۸۰ تا ۱۹۴ مطبوعہ یونیورسٹی آف پنجاب لاہور ۱۹۶۱ء |
| ۲۔ | ”اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام“ جلد ۷ صفحہ ۱۹۵ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء |
| ۳۔ | اپن ہند کی مختصر تاریخ ص ۶۹ مطبوعہ دہلی ۱۹۶۸ء |

ہندوستان کے اس اولین اخبار کے متعلق ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں کہ یہ اخبار ۸ x ۱۲ انچ سائز کے چار صفحات پر مشتمل ہوتا تھا اس میں زیادہ تر اشتہار ہوتے تھے۔ مضامین زیادہ تر ایسے ہوتے تھے جن میں کمپنی کے ارباب بست و کشاد کے خلاف زہریلے اشارات کیے جاتے تھے۔ لکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ خیالی ڈرامے میں مضحکہ خیز کردار مخالفوں کو دیئے جاتے تھے ان کے اصل نام تو درج نہیں ہو سکتے تھے لیکن فرضی نام اس طرح رکھے جاتے تھے کہ قارئین صاف پہچان جاتے کہ کس کی طرف اشارہ ہے اس نے کمپنی کے عام ملازمین سے لے کر گورنر جنرل دارن ہسٹنگز تک کو اپنے تیر و تشر کا نشانہ بنایا اور ان کی نجی زندگی کے تاریک پہلو بے نقاب کیے یہاں تک کہ مسٹر ہسٹنگز کے خلاف بھی فحش اشارے کئے گئے۔

ہیکٹر بنکال گزٹ کی ایک فائل کلکتہ کی نیشنل لائبریری میں اور دوسری لندن کے انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے۔

ہندوستان کے دوسرے اخبار کے متعلق عتیق صدیقی نے لکھا ہے کہ ”ہیکٹر گزٹ“ کے اجراء کے نو جنیوں کے بعد نومبر ۱۷۸۰ء میں ”انڈیا گزٹ“ کا کلکتہ سے اجراء ہوا جو ہندوستان کا دوسرا انگریزی ہفتہ وار تھا ۱۷۸۵ء ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کا بیان ہے کہ ”انڈیا گزٹ“ کے مالک دو تاجر تھے ایک کا نام بی مسینگ (B. MESSINK) تھا اور دوسرے کا پیٹر ریڈ (PETER REED) ان دونوں نے گورنر جنرل کی اجازت سے اخبار نکالا اور حکومت کو یقین دلایا کہ وہ سرکار و دولت مدار کی مرضی کے مطابق چلیں گے۔ یہ اخبار بڑے سائز کے چار صفحات پر مشتمل ہوتا تھا ہر صفحے پر تین کالم ہوتے تھے کاغذ اور چھپائی اعلیٰ ہوتی تھی اس کا ایک فائل پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ”انڈیا گزٹ“ اکثر ہیکر کے خلاف لکھا کرتا تھا۔ ”انڈیا گزٹ“ کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس میں ”اخبار دربار معلیٰ“ کے حوالے سے دہلی کے مغل دربار کی تمام خبریں چھپا کرتی تھیں ۳۷

ہیکٹر گزٹ اور انڈیا گزٹ کے اجراء کے بعد انگریزی اخبارات کے اجراء کی راہ ہموار

ہوگی چنانچہ کلکتہ ہی سے ۴ مارچ ۱۷۸۴ء کو ہندوستان کے تسمیرے انگریزی ہفت روزہ اخبار ”کلکتہ گزٹ“ کا اجراء ہوا۔ ڈاکٹر عبد اللہ خورشید کا بیان ہے کہ اس اخبار کی ادارت کے فرائض فرانس کلیڈون کے سپرد ہوئے جو اس زمانے کا مشہور اور ممتاز ادیب اور مترجم تھا اس نے فارسی کا بے شمار کتابیں انگریزی میں منتقل کی تھیں۔

شمالی ہند میں انگریزی صحافت کی ابتداء

شمالی ہند کا پہلا انگریزی چھاپا خانہ ۱۸۶۲ء میں کانپور میں قائم ہوا۔ اس چھاپے خانے کے بانی سیم دیل گرین دے تھے اور اسی چھاپے خانے سے شمالی ہند کا پہلا انگریزی اخبار ”کانپور ایڈورٹائزر“ کے نام سے شائع ہوا۔

۱۸۶۳ء میں کانپور کے اس چھاپے خانے کی ایک شاخ میرٹھ میں قائم کی گئی۔ انگریزی چھاپنی ہونے کی وجہ سے ان دونوں شہر میرٹھ شمالی ہند میں انگریزوں کا بڑا مرکز بن گیا تھا۔ ۱۸۶۳ء میں ”میرٹھ آب زرد“ کا اجراء ہوا۔ ۱۸۶۵ء میں ماہوار ”میرٹھ یونیورسل میگزین“ جاری ہوا۔ یہ شمالی ہند کا پہلا انگریزی رسالہ تھا لیکن زیادہ دلوں تک پہنچ نہ سکا۔

ڈاکٹر ہنڈرسن نے نومبر ۱۸۶۳ء میں ”آگرہ اخبار“ جاری کیا جو عرصہ تک جاری رہا اور اس کا شمار ہندوستان کے بہترین انگریزی اخباروں میں ہونے لگا تھا۔ ۱۸۶۳ء میں دہلی کے پہلے اخبار کا دہلی گزٹ کے نام سے اجراء ہوا۔ یہ انگریزی زبان کا ہفتہ وار اخبار تھا۔ اس اخبار کا اپنا چھاپہ خانہ بھی تھا جو دہلی کا پہلا چھاپہ خانہ تھا۔ دہلی گزٹ کا آخری نمبر ۱۸۶۵ء کو شائع ہوا۔ دہلی گزٹ کے علاوہ اور بھی اخباریں اس دہلی سے اجراء ہوئیں۔

الہ آباد کا پہلا چھاپا خانہ ۱۸۶۴ء میں قائم ہوا۔ اسی چھاپے خانے سے ”سنٹرل فری پریس جرنل“ کے نام سے ایک اخبار جاری ہوا جو الہ آباد کا پہلا اخبار تھا۔ غرض

”ہندوستانی اخبار نویس“ کے مصنف کا بیان ہے کہ ۱۸۳۶ء سے لے کر ۱۸۵۶ء تک عیسائی مبلغوں نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز شمالی ہند کو بنالیا تھا۔ چنانچہ بنارس، مرزاپور، الہ آباد، آگرہ اور لدھیانہ میں انھوں نے اپنے چھاپے فائے قائم کیے اور ان میں سے بیشتر چھاپے خانوں سے انگریزی، فارسی اور اردو کے اخبار و رسائل نکالے۔

اس نوبت پر اس کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ ۱۸۶۵ء میں ”فرنگیان کے ماتحت ملکوں“ میں جملہ دو ہزار نو سو چالیس (۲۹۴۴) انگریزی اخبار جاری تھے اس کی تفصیل مدراس کے ”اعظم الاخبار“ میں درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”امریکہ میں ۱۴، اسپین میں ۲۴، پرتگال میں ۲، ہندوستان میں ۲۴، بلجیم میں ۶۵، روس و پولینڈ میں ۹۰، پیرس میں ۲۰، جرمن میں ۳۲، ائرلینڈ میں ۵۰۰ اور جزیرہ امریکہ میں ۱۸۰۰ وغیرہ۔ جملہ دو ہزار نو سو چالیس پر چار فقط انگریزی اخبار نامے جو آج کل مروج ہیں۔

(اعظم الاخبار، مورخہ یکم جولائی ۱۸۶۵ء)

جنوبی ہند میں صحافت کا آغاز

جنوبی ہند میں بھی صحافت کا آغاز ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد ہی میں انگریزی اخبار سے ہوا۔ ہندوستان کے پہلے اخبار ”ہکیٹنگز“ کلکتہ کے اجرا (۱۷۸۰ء) کے پورے پانچ سال بعد ۱۷۸۵ء میں جنوبی ہند میں صحافت کا مدراس سے آغاز ہوا۔

مدراس میں صحافت کی ابتدا

شہر مدراس کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کی سرزمین سے جنوبی ہند کا پہلا اخبار ”مدراس کوریئر“ (MADRAS COURIER) کے نام سے ۱۲ اکتوبر ۱۷۸۵ء کو شائع ہوا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر اور مالک رچرڈ جان اسٹون (RICHARD JOHN STONE) تھے۔ عتیق صدیقی اس اخبار کے متعلق مزید لکھتے ہیں کہ یہ ہفتہ وار دو ورق کا اخبار تھا۔ ولایت سے جب اخبار آتے تو ایک ورق اور بڑھا دیا جاتا۔ پہلے دو صفحات پر دنیا کی اخباروں کا خلاصہ ہوتا تھا تیسرے صفحہ پر ہندوستان کی خبریں اور نامہ نگاروں کی

چھٹیاں درج کی جاتی تھیں اور چوتھا صفحہ نظم ادبی مضمون اور اشتہار کے لیے وقف ہوتا تھا۔ اخبار کا سائز ۲۰ x ۱۲ اینچ ہوتا تھا۔ یہ اگرچہ باضابطہ سرکاری اخبار نہ تھا مگر مدراس کی حکومت اس کی حمایت و سرپرستی ضرور کرتی تھی۔ چنانچہ کپنی کا سرکاری نشان بھی اخبار کے سرورق کی زینت ہوا کرتا تھا۔ سرکاری اشتہارات جواب تک سی گیٹ (SEA GATE) پر چسپاں کئے جاتے تھے وہ اب ”مدراس کوریئر“ کے صفحات میں چھپنے لگے تھے۔ اخبار کی قیمت صرف ایک روپیہ ماہوار تھی جو اس دور کے کلکتے کے اخباروں کی قیمتوں کے مقابلے میں بہت کم تھی۔ حکومت نے ازاں امداد و سرپرستی مدراس پریسڈنسی کے حدود میں اخبار کے لیے نھوں ڈاک معاف کر دیا تھا۔ یہی کی حکومت بھی اس اخبار کی خریدار تھی۔ تقریباً آٹھ سال تک ”مدراس کوریئر“ مدراس کے علاقے کا واحد اخبار رہا۔

۱۷۶۱ء میں ہیوج بائیسڈ (HUGH BOYD) نے اپنا ایک ذاتی اخبار ہرکارو (HARKARD) کے نام سے نکالا یہ مدراس کا دوسرا ہفتہ وار اخبار تھا۔ لیکن ابھی ایک برس گزرا تھا کہ بائیسڈ کا انتقال ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی ”ہرکارو“ بھی بند ہو گیا۔ جنوری ۱۷۶۹ء میں مدراس گزٹ (MADRAS GAZETTE) کے نام سے ولیم سن (WILLIAM SON) نے ایک اخبار جاری کیا جو مدراس کا تیسرا ہفتہ وار اخبار تھا۔ یہ اخبار کپنی کے حکام کو پسند نہ تھا چنانچہ اس پر سنسٹر شپ عائد کر دی گئی۔ مدراس گزٹ کے اجراء کے ایک چھینے بعد ہمفریز (HUMPHREYS) نے انڈیا ہیرالڈ (INDIA HERALD) کے نام سے ایک ہفتہ وار اخبار جاری کیا۔ یہ مدراس کا چوتھا انگریزی اخبار تھا۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں کہ ”انڈیا ہیرالڈ“ حکومت سے اجازت لیے بغیر جاری کیا گیا تھا اس لیے اس کے ایڈیٹر ہمفریز کو فوراً گرفتار کر کے انگلستان روانہ کر دیا گیا لیکن یہ شخص چار سے غائب ہو گیا اور پھر اس کا سراغ نہ ملا۔

۲۱ء	عقیق صدیقی	! ہندوستانی اخبار نویس (کپنی کے عہد میں)	۸۲
۳۰ء	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	! صحافت پاکستان و ہند میں	۳۱
۴۰ء	محمد عتیق صدیقی	! ہندوستانی اخبار نویس	۸۳
۵۰ء	صحافت پاکستان و ہند میں		۳۲

مدراس میں سنسکرت شپ

مدراس گزٹ میں ہمبریز نے ۱۷۹۵ء میں کچھ ایسی خبریں شائع کیں جن کی اشاعت گورنمنٹ مدراس کو سخت ناگوار گذری چنانچہ حکومت نے یہ حکم دے دیا کہ مدراس گزٹ کی اشاعت سے قبل اس کے پروف ملٹری سکریٹری کے سامنے معائنہ کے لیے پیش کیے جائیں۔ اب تک سنسکرت یہ طریقہ ہندوستان میں کسی اخبار کے ساتھ نہیں برتا گیا تھا ساتھ ہی حکومت نے ایک اور حکم بھی جاری کیا جس کی زد میں مدراس کے اور اخبار بھی آگئے یعنی محصول ڈاک کی مراعاتیں واپس لے لی گئیں۔ جب اخباروں نے شور مچایا اور اس کے خلاف شدید احتجاج کیا تو یہ طے پایا کہ محصول ڈاک اخباروں کے بجائے خریداروں سے وصول کیا جائے۔ اس نئے حکم کا اثر براہ راست خریداروں پر پڑا اور اس طرح اخباروں کی قیمت میں اضافہ ہو گیا۔

بمبئی میں صحافت کی ابتدا

ڈاکٹر عبدالسلام خورشیدی کی تحقیق کے بموجب بمبئی کا پہلا اخبار بمبئی گزٹ..... (BOMBAY GAZETTE) تھا اور دوسرا بمبئی ہیرلڈ (BOMBAY HERALD) بمبئی گزٹ ۲۵ جون ۱۷۹۰ء کو جاری ہوا۔ بمبئی ہیرلڈ ۱۳ جولائی ۱۷۹۰ء کو جاری ہوا۔ ان بیانات کی تصدیق ”کلکتہ کرائیکل“ کے ۲۹ جولائی اور ۱۲ اگست کے پریچوں سے ہو سکتی ہے جس کا فائل پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ ۱۷۹۰ء کے ”کلکتہ گزٹ“ کے حوالے سے جس میں ”بمبئی گزٹ“ کا اشتہار شائع ہوا ہے بتاتے ہیں کہ بمبئی گزٹ میں بمبئی کی تجارتی و فخری خبروں کے علاوہ ڈچ اور پرتگالی نوآبادیوں کی خبریں نیز ملچ فاسس، جزیرہ آرموز اور مالابار کے ساحلی علاقوں سے لے کر کپ کیمرن تک کے دیسی شہروں کی خبریں شائع کی جاتیں اخبار کا سالانہ چندہ چالیس روپے تھا اور فورٹ ولیم کلکتہ اور فورٹ سینٹ جارج مدراس کی پریسیڈنسیوں میں یہ اخبار بلا محصول ڈاک روانہ کیا جاتا تھا۔

۱۔ ہندوستانی اخبار نویسی (دہلی کے عہد میں) ص ۸۳

۲۔ صحافت پاکستان دہند میں ص ۳۲

۳۔ ہندوستانی اخبار نویسی (دہلی کے عہد میں) ص ۸۳

حیدرآباد میں صحافت کی ابتدا

مدراس اور بمبئی کے مقابلے میں حیدرآباد میں صحافت کا آغاز تقریباً اسی ۸۰ سال بعد ۱۸۶۴ء میں ہوا۔ حیدرآباد دکن کے پہلے اخبار کے متعلق مولوی نصیر الدین ہاشمی مرحوم لکھتے ہیں :

”حیدرآباد میں بھی اخبار کا آغاز انگریزی اخبار سے ہوا ہے۔
حیدرآباد کا پہلا انگریزی اخبار ”دکن ٹائمز“ تھا جو ۱۸۶۴ء میں
شائع ہونے لگا۔“

”بستان آصفیہ“ کے مولف نے اس اخبار کے متعلق مزید صراحت کی ہے اور بتایا ہے کہ
یہ اخبار ابتداء میں نو مسلم عبدالقادر مرحوم نے سکندرآباد سے جاری کیا بعد ازاں ڈاکٹر
سائمن اور فالیس دیکس کی شرکت سے چلایا۔ ۱۸۸۵ء میں شاہ پور جی چٹائی نے
پریس مع ملکیت اخبار خرید کر کے مسٹر گریسل کی شرکت سے چلایا بعد ازاں ۱۸۹۱ء میں
سہکار عالی نے مطبع اور اخبار کو خرید کر کے بند کر دیا۔“

بنگلور و میسور میں صحافت کی ابتدا

بنگلور و میسور میں انگریزی اور اردو صحافت کا آغاز ۱۸۵۷ء کے بعد ہوا۔
یہاں کے پہلے انگریزی اخبار کے متعلق محققین خاموش ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ”بنگلور
ہیرالڈ“ یہاں کا پہلا انگریزی اخبار تھا۔ مدراس کے ایک قدیم اردو اخبار ”اعظم الاخبار“
میں اکثر ”بنگلور ہیرالڈ“ کے حوالے سے خبریں شائع ہوتی تھیں چنانچہ ۱۸۵۱ء کے بعض
شمارے ہمارے ہمارے نظر سے گذرے ہیں جن میں ”بنگلور ہیرالڈ“ کے حوالے سے خبریں جاری
کی گئی ہیں۔ یہ اخبار ۱۸۶۹ء میں بھی شائع ہو رہا تھا کیونکہ اس سنہ کے مظہر الاخبار
(مدراس) میں بنگلور ہیرالڈ کے حوالے سے خبریں موجود ہیں۔ ڈاکٹر حبیب النساء ”ریاست
میسور میں اردو کی نشوونما“ میں لکھتی ہیں کہ بنگلور میں دو اخبار جاری تھے ”بنگلور ہیرالڈ“ ہفتہ میں
دو مرتبہ شائع ہوتا تھا اسکے علاوہ انگریزی کنڑی ہفتہ وار اخبار بھی جاری تھا۔ علاوہ بریں یہاں صوبہ
مدراس کے اخبارات بڑے شوق سے پڑھے جاتے تھے۔

۱۔ دکن میں اردو (چھٹا ایڈیشن) ۳۶۷ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۳ء

۲۔ مانگ راؤ دھل راؤ : بستان آصفیہ (جلد اول) ۲۰۳ مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۰۹ء

علاقائی زبانوں کی صحافت کی ابتداء

بنگلہ | برصغیر کی علاقائی زبانوں میں بنگالی کو یہ فخر حاصل ہے کہ سب سے پہلے اسی زبان میں اخبار اور رسالے جاری ہوئے۔ بنگالی صحافت آہستہ آہستہ ترقی کرتی چلی گئی ۱۸۲۴ء اور ۱۸۲۶ء کے درمیانی عرصے میں چار بنگالی اخبار موجود تھے۔ تین کلکتہ میں اور ایک سی رائیوہ میں۔ ۱۸۳۰ء میں ان کی تعداد سولہ ہو گئی جو، میں تین روزنامے بھی شامل تھے اس نمبر کے بنگالی اخبارات میں چند ایسے بھی تھے جن میں فارسی معجزات بھی شامل ہوتے تھے۔

مثلاً ”بنگادوت“ فارسی اور بنگالی دونوں زبانوں میں بیک وقت چھٹا تھا۔ راجہ رام موہن رائے نے اپنی اصلاحی تحریک کے لیے بنگالی اور فارسی صحافت کو ذریعہ بنایا تھا۔

ہندی | ہندی زبان کا اولین اخبار ۲۱ مئی ۱۸۲۶ء کو کلکتہ سے جاری ہوا۔ اس کے ایڈیٹر منوٹھا کر تھے لیکن ڈیڑھ سال سے زیادہ جاری نہ رہ سکا۔ ۱۸۳۶ء میں کلکتہ سے ”پرچیا متر“ اور ۱۸۴۹ء میں ”جگ دیپک بھاسکر“ نکلا لیکن یہ اخبارات ناکام رہے۔ ۱۸۵۳ء میں کلکتہ سے ہندی کا پہلا روزنامہ ”سچا چار صدھا درشن“ جاری ہوا۔

تامل | تامل زبان کی صحافت کا آغاز عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں سے ہوا۔ پہلا اخبار ۱۸۵۵ء میں ”راج ورنی بودھیمینی“ کے نام سے نکلا۔ اسی سال ”دینا درتانی“ کے نام سے ایک اور ہفتہ وار اخبار شائع ہونے لگا۔ یہ اخبارات عیسائیوں کی ملکیت تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ تامل بولنے والوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی جائے۔ اس لیے ان میں اس زمانے کے سیاسی اور معاشرتی مسائل پر کچھ نہیں لکھا جاتا تھا۔ ان جرائد کو سرکاری امداد حاصل تھی۔ ان اخبارات نے مقامی آبادی کو کوئی خاص متاثر نہیں کیا۔

تلگو | ہندوستان میں تلگو صحافت کا آغاز جنوبی ہند سے ہوا۔ پہلا تلگو اخبار ۱۸۳۸ء میں ”سیتہ بوتھا“ (سچا پیغامبر) کے نام سے بلاری (کرناٹک) سے شائع ہوا۔ بعض محققین کا خیال ہے ”ورٹانٹی“ تلگو کا پہلا ہفتہ وار اخبار تھا جس کا اجرا ۱۸۳۸ء میں ہوا۔ ۱۸۴۶ء میں ”ورٹاماتا نہ گنی“ ہفتہ وار اخبار مدراس سے شائع ہوا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر محمد رحمت اللہ تھے۔ انھیں تلگو زبان کے پہلے صحافی ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

۱۸۴۲ء میں ایک ماہنامہ بالتصویر ہفتہ وار السٹریڈر کے نام سے چھپی بندر سے جاری ہوا۔ اس کا ایڈیٹر ایک انگریز تھا۔ اس اخبار میں عیسائی مشنری کا پرچار کیا جاتا تھا۔ برٹش میوزیم میں قدیم تلگو اخبارات موجود ہیں۔ ۱۸۵۰ء میں تلگو اخبارات کا کافی چیلن رہا مذہبی، ادبی، سیاسی اور ثقافتی موضوعات پر قلم اٹھایا گیا۔ ۱۸۶۲ء میں عیسائی مشنری کی جانب سے ایک روزنامہ ”دن درتہ مانی“ مدراس سے جاری ہوا۔ یہ تلگو کا پہلا روزنامہ تھا۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کی خبریں عوام کی بول چال کی زبان میں ہوا کرتی تھیں۔

مرٹھی: مرٹھی زبان کا پہلا اخبار ”بمئی دپن“ تھا جو ۱۸۳۲ء میں یوناس سے جاری ہوا تھا۔ اس میں انگریزی اور مرٹھی دونوں زبانوں کے مضامین چھپتے تھے۔ یہ اخبار حالات کا نہایت غیر جانبدار جائزہ پیش کرتا تھا۔ مرٹھی زبان کا پہلا ماہنامہ رسالہ ”ڈگ درشن“ تھا جو ۱۸۴۰ء میں جاری ہوا۔ ۳ جولائی ۱۸۴۰ء کو خالص مرٹھی زبان کا پہلا اخبار ”مبائی اخبار“ کے نام سے جاری ہوا لیکن چند ماہ بعد بند ہو گیا۔ اس کے بعد کئی اور اخبار نکلے ان میں ”اپدیش چندریکا“ ہندو مذہب پر مسیحی مشنریوں کے حملوں کا جواب دیتا تھا۔ علاوہ علاقائی زبانوں کی صحافت کے اس مختصر سے تذکرے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عیسائی مشنریوں نے اپنے تبلیغی مقاصد کے لیے علاقائی زبانوں میں اخبار اور رسالے نکالے جب ہندو مذہب پر نکتہ چینی کی گئی تو دیسی باشندوں نے اس کا جواب دینے کے لیے اپنے اخبار جاری کر لیے۔ اسی زمانے میں راجہ رام موہن رائے نے اپنے اصلاحی تحریکیوں کیلئے بنگالی میں ”سمبد کو دی“ اور فارسی میں ”مرآۃ الاخبار“ جاری کیا۔ قدامت پسند ہندوؤں نے بھی پُرانی اقدار کی حفاظت کے لیے صحافت کا سہارا لیا۔ یہ سب اخبار خبروں کے لیے عموماً انگریزی ہمعصر اخباروں کے محتاج تھے۔ ان اخبارات میں مغربی علوم کے بارے میں مضامین بھی چھپتے تھے۔



- | | |
|--|---|
| ۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حیدرآباد کے تلگو اخبارات، مطبوعہ روزنامہ سیاست مورخہ ۱۹۸۰ء | ۱ |
| ۲۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید: صحافت پاکستان دہند میں ص ۵۵ | ۲ |
| ۳۔ مرآۃ الاخبار، برعظیم میں فارسی زبان کا پہلا مطبوعہ اخبار تھا اسکا پہلا نمبر ۲۲ اپریل ۱۸۶۲ء کو شائع ہوا۔ | ۳ |

ہندوستان کے فارسی اخبارات

ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت سے قبل فارسی ہندوستان کی سرکاری زبان تھی یہ زبان صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھی بلکہ پڑھے لکھے ہندو بھی فارسی پڑھتے اور لکھتے تھے۔ ہی وجہ ہے کہ راجہ رام موہن رائے کو جب اپنی نہ پہلی اصلاحی تحریک شروع کرنے کا خیال آیا تو انھوں نے فارسی زبان میں ”مرآۃ الاخبار“ جاری کیا۔ محققین کا بیان ہے ”مرآۃ الاخبار“ عظیم میں فارسی زبان کا پہلا مطبوعہ اخبار تھا جس کا پہلا نمبر ۲۰ اپریل ۱۸۲۲ء کو شائع ہوا اس کے فوراً بعد ”جام جہاں نما“ کے منتظمین نے بھی محسوس کیا کہ اردو اخبار نہیں پڑھ سکتا۔ چنانچہ انھوں نے بھی اپنے اخبار کی زبان بدل ڈالی۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کا بیان ہے کہ ۱۸۵۷ء سے پہلے برصغیر میں فارسی زبان میں کل انیس اخبار جاری تھے ۲ فارسی صحافت کا سب سے بڑا مرکز کلکتہ تھا جہاں سے نو اخبار جاری ہوئے۔ دوسرا مرکز دہلی تھا جہاں سے دو اخبار نکلے۔ ان کے علاوہ آگرہ، بمبئی، مدراس، سی رامپور، لدھیانہ، کراچی، سکھر اور پشاور سے ایک ایک اخبار جاری ہوا۔ انھیں میں سے چار اخبار مکرری یا جاغتی سرپرستی میں چلے۔ مثلاً ”جام جہاں نما“ کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرپرستی حاصل تھی۔ ”سراج الاخبار“ دہلی، بہادر شاہ ظفر کا کورٹ گزٹ تھا۔ اخبار سیرام اور لدھیانہ اخبار عیسائی تبلیغی مراکز کے اہتمام میں جاری تھے ۳

جنوبی ہند کی فارسی صحافت

۱۸۵۷ء سے پیشتر برصغیر میں فارسی کے ۲۲ اخبارات جاری ہوئے جن میں چار جنوبی ہند سے نکلتے تھے۔ مدراس سے ایک اور بمبئی سے تین فارسی اخبار شائع ہوتے تھے۔ حیدرآباد سے ۱۸۵۷ء کے اکیس سال بعد جنوری ۱۸۷۸ء میں ہفتہ وار ”شفیق“ جاری ہوا تھا۔ بنگلور و میسور سے کوئی فارسی اخبار شائع نہیں ہوا۔

مدراس | مدراس سے ۴ شعبان ۱۲۶۴ھ ۶ جولائی ۱۸۴۸ء کو ”عظیم الاخبار“

کا راجاء عمل میں آیا تھا یہ اگرچہ اردو ہفتہ وار تھا لیکن اس میں فارسی صفحات بھی شامل رہتے تھے۔ کبھی دو صفحات کبھی ڈیڑھ صفحہ یا نصف وقت صرف ایک صفحہ فارسی کا شائع ہوتا تھا۔ خبریں اکثر کلکتہ کے گلشنِ نو بہار اور سلطان الاخبار کے علاوہ دہلی کے قرآن السعدین اور بمبئی کے مجمع الاخبار کے حوالے سے شائع ہوتی تھیں۔ فارسی صفحات پر مختلف علاقوں کی خبریں کے علاوہ فارسی غزلیات بھی شائع ہوتی تھیں جن میں عبد الغفور ہجوڑ، محمد جہدی علی خاں بہادر مرشد آبادی، حشمت، حیدری اور فرحت وغیرہ کی غزلیں قابلِ ذکر ہیں۔ ایسا سلسلہ ہوتا ہے ”اعظم الاخبار“ سے ۱۱ مارچ ۱۸۵۲ء کے بعد سے فارسی صفحات ختم کر دیئے گئے کیونکہ اس کے بعد سے ۱۳ اکتوبر ۱۸۵۲ء تک کے شمارے ہماری نظر سے گزرے ہیں جن میں فارسی صفحات شامل نہیں ہیں۔

بمبئی: بمبئی سے فارسی کے تین اخبارات جاری تھے یعنی ”آئینہ سکندر“ احسن الاخبار، اور مجمع الاخبار۔

۱۔ آئینہ سکندر ۱۸۲۲ء میں فضل حق کی رادارت میں جاری ہوا یہ اخبار مسٹر رامس کے پرکس سے شائع ہوتا تھا یہ ایک فارسی ہفتہ وار تھا۔ بعد میں اس اخبار کا ضمیمہ اردو میں بھی شائع ہونے لگا تھا ”آئینہ سکندر“ ہی کے نام سے ایک فارسی اخبار کلکتہ ۱۸۳۱ء میں جاری ہوا تھا۔ کلکتہ کے اخبار کا تذکرہ ”صحافت پاکستان دہند میں“ میں موجود ہے۔ بمبئی کے اخبار کا تذکرہ اس کتاب میں نہیں ہے۔

۲۔ احسن الاخبار بمبئی سے ۹ نومبر ۱۸۴۴ء کو ”احسن الاخبار“ جاری ہوا۔ یہ ایک فارسی ہفت روزہ اخبار تھا۔ دہلی میں اس اخبار کے نامہ نگار موجود تھے۔ اس اخبار میں قلعہ معلیٰ کی خبریں صحت کے ساتھ شائع ہوتی تھیں ”اعظم الاخبار (مدراں) ۲۲ جنوری ۱۸۵۲ء میں ”احسن الاخبار“ کے حوالے سے ایک ہفتہ وار شائع ہوئی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار ۱۸۵۲ء میں بھی جاری تھا۔

۳۔ مجمع الاخبار بمبئی سے ”مجمع الاخبار“ نامی ایک فارسی اخبار بھی نکلتا تھا لیکن

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ”بمبئی سکیہ ہوا اردو اخبار“ آئینہ سکندر، از نصیر الدین آبی مطبوعہ ہفتہ وار ”دولہ حیات“ بمبئی۔

تیز رسالہ ”فنائے ادب“ بمبئی اپریل ۱۹۲۲ء
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ”آدھی صدی پہلے کے اردو اخبار“ از عبدالرزاق راشد
مطبوعہ اردو راورنگ آباد، اکتوبر ۱۹۶۳ء

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، عتیق مدنی اور ڈاکٹر میمونہ دہلوی کی "بہی میں اردو" میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا، حالانکہ یہ اپنے عہد کا مشہور اور ممتاز اخبار تھا۔ مدراس کے "اعظم الاخبار" اور دہلی کے "سراج الاخبار" میں "مجمع الاخبار" کے حوالے سے خبریں شائع کی جاتی تھیں۔ "اعظم الاخبار" کے ۱۸۵۶ء اور ۱۸۵۷ء کے متعدد شماروں میں "مجمع الاخبار" کی فارسی تحریریں "بہیہ و بیج" کی گئی تھیں۔

فارسی اخبارات کا تذکرہ ختم کرنے سے پہلے اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ کلکتہ کے ہفت روزہ اخبار "ماہ عالم افروز" نے انگریزوں کے انتظامات کی قلعی کھولی تھی۔ کلکتہ ہی کے "سلطان الاخبار" نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف بڑی بے باکی سے اعتراضات کیے تھے۔ جس کی وجہ سے اس اخبار کے خلاف ۱۸۵۷ء میں مقدمہ چلا۔ کلکتہ ہی کے مشہور فارسی اخبار "تکلیف نو بہار" کا پتھاپہ خانہ ضبط ہو گیا تھا۔ "دور بین" نامی ایک اور فارسی اخبار کے خلاف بھی مقدمہ چلا تھا۔ ادھر پشاور کے فارسی اخبار "میر تقی" کو نہ صرف خود بند ہونا پڑا بلکہ اس کا مدیر بھی گرفتار ہو گیا۔

ہندوستان کے فارسی اخبارات کا معیار کافی بلند تھا۔ یہ اخبارات فروغِ علم کا ذریعہ تھے۔ ان میں جدید علوم کے بارے میں اچھے اچھے مضامین شائع ہوتے تھے اور معیاری غزلیات بھی چھپا کرتی تھیں۔

ہندوستان میں

اُردو صحافت کی ابتدا

مغلیہ عہد میں فارسی ہندوستان کی سرکاری زبان تھی۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں بھی فارسی زبان علمی اور ادبی حلقوں میں بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ جب ایسٹ انڈیا کمپنی کو اس برعظیم کے وسیع خطوں میں عمل دخل حاصل ہوا تو اس نے اپنے ”استعمار اور دوام“ کے لیے ثقافت کے پُرانے نشان آہستہ آہستہ نیست دنا بُود کرنے شروع کیے۔ ۱۸۳۰ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے فارسی کی بجائے اُردو کو سرکاری زبان قرار دیا۔ اس انقلابی قدم سے اگرچہ اُردو کو بے حد ترقی ہوئی لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی کو اُردو سے کوئی عُشش نہ تھا اس نے اُردو کی حوصلہ افزائی صرف اس لیے کی کہ اس سے سامراجی مفاد کو تقویت حاصل ہوتی تھی۔

۱۸۳۵ء میں گورنر جنرل ہندوستان سرچارلس ٹمکن نے اخبارات کو مختلف پابندیوں سے آزاد کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیسی زبانوں میں کئی اخبار نکل آئے اور ان زبانوں میں اُردو زبان سرفہرست تھی کیونکہ اسے سرکاری زبان کی حیثیت حاصل تھی۔ ۱۸۳۷ء میں لیتھوگرافی یعنی پتھر کی سستی چھپائی کا رواج شروع ہوا۔ اس طرح کتابت کے ذریعہ سے بہت سی اہلیں چھاپنے کا ارزاں ذریعہ بنا لیا۔ خود جبرمنی میں یہ فنی اٹھارویں صدی کے خاتمے کے قریب ایجاد ہوا تھا اور ہندوستان میں چالیس سال کے اندر ہی اُردو طباعت میں اس کا رواج عام ہو گیا۔ اُردو اور فارسی چھاپہ خانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ علامہ عبداللہ یوسف علی کا بیان ہے کہ ہندوستان میں لیتھوگرافی کا پہلا مطبع ۱۸۳۸ء کے قریب دہلی میں قائم ہوا پھر لکھنؤ نے بھی بہت جلد اس کی تقلید کی۔

یہ بات اہم ہے کہ مدراس میں لیتھوگرافی کا مطبع دہلی اور لکھنؤ سے پہلے قائم ہوا۔ ”مدراس کے چھاپہ خانے“ سے ۱۸۳۶ء میں اُردو کی پہلی داستان الفیلی

”حکایات الجلیلہ“ کے نام سے فورٹ سینٹ جارج کالج کے طلباء کے لیے شائع ہوا تھا۔ اس ضخیم کتاب کا مطبوعہ نسخہ راقم الحروف کے پاس بھی موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۳۶ء سے پہلے ہی مدراس میں لیتھوگرافی کا مطبع قائم ہو چکا تھا۔ پروڈگر نے اپنی تحقیقی کتاب ”پرنٹنگ پریس ان انڈیا“ میں جس کا اردو ترجمہ ”ہندوستان میں چھاپہ خانہ“ کے زیر عنوان ابھی حال میں ترقی اردو بورڈ نئی دہلی کی جانب سے شائع ہوا ہے، اس کتاب میں مصنف نے لکھا ہے کہ ۱۸۶۳ء میں مدراس میں دس چھاپہ خانے تھے لیکن راقم الحروف کی تحقیق ہے کہ ۱۸۵۷ء سے پیشتر ہی مدراس میں ایک درجن سے زیادہ چھاپہ خانے قائم ہو چکے تھے اور جن کے مالک مقامی ہندوستانی باشندے تھے۔ ان چھاپہ خانوں کا تذکرہ آئندہ صفحات میں کیا گیا ہے۔

غرض لیتھوگرافی کے پریس قائم ہو جانے سے اخبارات، رسالے، سرکاری اطلاعات مجالس قانون ساز کے قوانین کا اردو ترجمہ اور اس کے علاوہ اہم ادبی کتابیں چھپنے لگیں ایک طرف تو طباعت کی سہولتوں میں اضافہ ہونے سے تعلیم کی اشاعت میں مدد ملی اور دوسری جانب تعلیم کے منظم ہو جانے سے طباعت کی مانگ بڑھ گئی۔ اس طرح اردو زبان کی ترقی اخبار نویس کی توسیع میں محدود معاون ثابت ہوئی۔ اردو صحافت کی ترقی میں ایک اور بڑا عنصر یہ تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی مغربی علوم کی نشر و اشاعت چاہتی تھی اور اس کے لیے اس نے صحافت کا سہارا لیا اور بعض اخباروں کی مالی سرپرستی شروع کی۔ اس کی صورت یہ تھی کہ حکومت بعض اخباروں کی ایک خاص تعداد افسروں اور اسکولوں کے لکچروں کے لیے خرید لیتی تھی اس طرح بعض اخباروں کو معاشی سہارا مل گیا اور وہ ترقی کرتے گئے۔

اردو اخباروں کے متعلق جو منتشر اور محدود مواد اب تک سامنے آیا ہے اس کی روشنی میں محققین کا بیان ہے کہ اردو کا پہلا اخبار ”جام جہاں نما“ کلکتہ تھا چنانچہ عتیق صدیقی صاحب اپنی کتاب ”ہندوستانی اخبار نویسی“ میں لکھتے ہیں: ”جام جہاں نما“ اردو کا پہلا اخبار تھا جس کا پہلی بار ۱۸۲۲ء میں اور دوسری بار ۱۸۲۳ء میں اجراء ہوا تھا۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے بھی ”صحافت پاکستان و ہند میں“ ”جام جہاں نما“ ہی کو اردو کا پہلا اخبار قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اس اخبار کا پہلا شمارہ بدھ کے دن ۲۷ مارچ کو شائع ہوا تھا چند ہفتے کے بعد جب ناشرین نے محسوس کیا کہ اردو اخبار کی مانگ بہت کم ہے تو انھوں نے اسے فارسی زبان میں شائع کرنا شروع کیا اور ۱۸۵۵ء

کے اور آخر تک ”جام جہاں نما“ کی زبان فارسی ہو چکی تھی۔ ایک سال بعد ”جام جہاں نما“ نے پھر اردو کی طرف رجوع کیا چنانچہ فارسی اخبار کو برقرار رکھتے ہوئے ”جام جہاں نما“ کا اردو ضمیمہ شائع ہونے لگا۔ اس اردو ضمیمے کے صفحہ اول پر پیشانی کی دونوں جانب الیٹ انڈیا کمپنی کی حشریت ہوتی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس اخبار کو حکومت کی باقاعدہ مہربانی حاصل تھی۔ منشی سدا سکھ اخبار کے ایڈیٹر تھے اور چھاپنے کی ذمہ دار کلکتہ کی ولیم پیٹرس کپ کنس اینڈ کمپنی تھی۔

”جام جہاں نما“ کلکتہ کے اجراء (۱۸۲۲ء) کے بعد کم و بیش بارہ سال تک کسی اردو اخبار کا پتہ نہیں چلتا۔ ۱۸۳۲ء میں بمبئی کے فارسی اخبار ”آئینہ سکندر“ نے اردو ضمیمہ شائع کرنا شروع کیا اس اخبار کا ایک فائل مولوی نصیر الدین ہاشمی مرحوم کی نظر سے گزرا تھا ان کا بیان ہے: ”آئینہ سکندر اگرچہ فارسی اخبار تھا مگر ۱۸۳۲ء میں اس کا ضمیمہ اردو میں شائع ہونے لگا۔ یہ اخبار ۱۲ x ۸ سائز کے بارہ صفحات پر ہر جمعرات کو بمبئی سے شائع ہوتا تھا اس کے ایڈیٹر فضل حق صاحب تھے اور مسٹر اس کے پریس میں طبع ہوا کرتا تھا۔“

۱۸۳۶ء میں شاہ جہاں آباد دہلی سے ”دہلی اردو اخبار“ کا اجراء عمل میں آیا۔ اس کے ایڈیٹر شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد کے والد مولوی محمد باقر تھے۔ یہ ایک ہفت روزہ اخبار تھا۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں کہ: اس اخبار میں برعظیم کے گوشہ گوشہ سے خبریں اکٹھی کر کے چھاپی جاتی تھیں۔ مختلف درباروں، ریاستوں اور شہروں سے آنے والے اخبارات کے اقتباس بالالزام شائع ہوتے تھے۔ یہ اخبار تعلیمی اداروں کی خبریں بطور خاص شائع کرتا تھا اس میں ادبی مضامین کے علاوہ ذوق، غالب اور مومن وغیرہ کی غزلیات بھی چھپتی تھیں۔ دہلی کے آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر اور ملکہ نواب زینت محل کا کلام بھی شائع ہوتا تھا۔ دہلی اردو اخبار ۱۸۵۷ء میں بند ہو گیا۔ اس کے ایڈیٹر مولوی محمد باقر مجاہد آزادی گوئی سے اڑا دیئے گئے اور صحافی تاریخ میں زندہ جاوید بن گئے۔ ۱۸۳۷ء میں دہلی ہی سے ”سید الاخبار“ اور مرزا ابدر سے عیسائی مشنری

۱۔ بمبئی کا پہلا اردو اخبار ”آئینہ سکندر“ مطبوعہ دور حیات بمبئی۔
 ۲۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو صحافت پاکستان دہندیں ص ۱۱۰ تا ۱۹۹
 نیز دہلی اردو اخبار مرتبہ یروقیہ خواجہ احمد فاروقی مطبوعہ شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی ۱۹۷۹ء

سوسائٹی کی جانب سے ”خیر خواہ ہند“ کا اجراء عمل میں آیا۔

سید الاخبار

سر سید احمد خان کے بھائی سید محمد خان نے ۱۸۳۷ء میں دہلی سے ”سید الاخبار“ جاری کیا تھا یہ ایک ہفت روزہ اخبار تھا۔ ”صحافت پاکستان و ہند میں“ ڈاکٹر عبدالسلام غورشیڈ لکھتے ہیں کہ اس اخبار میں ایسے مضامین خاص اہتمام سے شائع ہوتے تھے جن میں قانونی مسائل پر روشنی ڈالی جاتی تھی اسی وجہ سے یہ اخبار وکیلوں میں ہر دل عزیز تھا۔ ۱۸۴۶ء میں سید محمد خان کی وفات کے بعد سر سید احمد خان نے اس اخبار کو ترقی دینی چاہی یہ اخبار غالباً ۱۸۵۰ء میں بند ہو گیا۔

خیر خواہ ہند

یہ اردو کا پہلا رسالہ تھا اور ۱۸۳۷ء میں مرزا پور سے پادری آر۔ سی۔ ماتھر کی ادارت میں نکلا تھا اس میں فارسی اور رومن رسم الخط میں مضامین چھاپے جاتے تھے لیکن زبان اردو ہوتی تھی چند سال بعد یہ رسالہ بند ہو گیا اور ۱۸۶۱ء میں اس کا احیاء ہوا، اور یہ ناگہری ہندی اور فارسی رسم الخط میں شائع ہونے لگا۔ اردو خیر خواہ ہند کی ۵۰-۱۸۴۹ء کی فائلیں انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہیں۔ انڈیا آفس کی فہرست رسائل سے پتہ چلتا ہے کہ ”خیر خواہ ہند“ کے فارسی اور رومن رسم الخط کے رسالے الگ الگ شائع کیے جاتے تھے ۱۸۴۴ء میں مدراس سے ایک اردو ہفتہ وار اخبار ”جامع الاخبار“ کا اجراء ہوا۔ اس طرح ان اخباروں کے اجراء کے بعد ہندوستان کے گوشے گوشے سے اردو اخبارات جاری ہوئے۔

ہندوستان کے مختلف شہروں میں اردو صحافت کی ابتداء

شمالی اور مغربی ہند میں اردو اخباروں اور چھاپے خانوں کی کثرت کا دور ۱۸۴۵ء کے بعد شروع ہوتا ہے چنانچہ ذیل میں دہلی، آگرہ، بنارس، لکھنؤ، لاہور، سیالکوٹ، ملتان، بمبئی اور بنگلور و میسور کے اولین اردو اخبارات کا سنہ اشاعت درج کیا جاتا ہے جس سے ہمارے بیان کی تصدیق ہوگی۔

دہلی اردو اخبار ۱۸۳۶ء کے بعد اکتوبر ۱۸۴۳ء میں ”مظہر حق“ ۱۸۴۵ء میں ”کریم الاخبار“ کے علاوہ ”صادق الاخبار“ کے نام سے دو اخبار جنوری ۱۸۵۴ء اور جنوری ۱۸۵۶ء میں جاری ہوئے۔

آگرہ

۱۸۴۶ء میں ”صدرا الاخبار“ ۱۸۴۷ء میں ”اسعد الاخبار“ ۱۸۴۸ء میں

”معیار الشعراء“ ۱۸۴۹ء میں ”قطب الاخبار“ اور ”اخبار النوايح“ جاری ہوئے۔ جنوری ۱۸۵۶ء میں منشی نول کشور نے ”سفرِ آگرہ“ جاری کیا۔

اردو میں ۱۸۴۵ء میں بنارس گزٹ اور باغ دیہار ۱۸۴۹ء میں ”مرآۃ العلوم“ اور ۱۸۵۲ء میں ”آفتابِ ہند“ جاری ہوئے۔

پہلا اردو اخبار ”لکھنؤ اخبار“ کے نام سے ۲۴ اپریل ۱۸۴۷ء کو جاری ہوا۔ اس کے علاوہ جولائی ۱۸۵۶ء میں ”طلسمِ لکھنؤ“ اور

نومبر ۱۸۵۶ء میں ”سحرِ سامری“ کا لکھنؤ سے اجراء ہوا۔

دکنہ ٹور ”پنجاب کا پہلا اردو اخبار تھا۔ جس کا ۱۴ جنوری ۱۸۵۰ء کو لاہور سے اجراء ہوا۔ اس کے ایڈیٹر منشی ہر سکھ رائے تھے۔ اس

اخبار نے غیر معمولی ترقی کی۔ لاہور ہی سے ۱۸۵۲ء میں چشمہ فیض اور ۱۸۵۳ء میں ”ہمائے بے بہا“ جاری ہوئے۔

۱۸۵۳ء میں ”مُلُتَان“ اور ۱۸۵۲ء میں ”ریاض شیا لکوٹ“ دکنویہ پبلیکلا۔

جنوری ۱۸۵۵ء میں ”کشف الاخبار“ کا اجراء ہوا۔ ”بمبئی میں اردو“ میں ڈاکٹر میمونہ دلوئی لکھتی ہیں:-

”بمبئی کا سب سے قدیم اردو اخبار جو دستیاب ہوا ہے وہ

کشف الاخبار ہے۔ کتب خانہ مدرسہ محمدیہ اور کیمبرجی لائبریری

میں اس اخبار کی کئی جلدیں موجود ہیں۔ یہ اخبار جنوری

۱۸۵۵ء میں جاری ہوا۔“

بنگلور دیسور کے پہلے اخبار کے متعلق ڈاکٹر حبیب النساء ”ریاست میسور“ میں اردو کی نشوونما“ میں لکھتی ہیں:-

”۱۸۶۰ء میں اردو کا پہلا اخبار ”قاسم الاخبار“ اسی شہر کے

افقِ صحافت پر نمودار ہوا۔“

محمد سعید عبدالحق صاحب ”میسور میں اردو“ میں ”قاسم الاخبار“ کے اجراء کی تاریخ

۱۸۶۵ء بتائی ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید بھی ”صحافت پاکستان و ہند میں“

”قاسم الاخبار“ کا اجراء ۱۸۶۵ء ہی بتاتے ہیں۔

حیدر آباد دکن

اُردو صحافت کی ابتداء ایک طبی سہ ماہی رسالہ ”طبابت“ سے ہوئی۔ اسے حکومت حیدرآباد کے میڈیکل کالج کے ہتم

جارج اسمتھ نے ۱۷۷۵ء ۱۸۵۸ء میں جاری کیا۔ اس رسالے میں مرلیضوں پر عمل جراحی کرنے اور ان کے صحت یاب ہونے کی رپورٹیں اور مفید طبی معلومات شائع ہوتی تھیں۔ رسالہ طبابت کی اجرائی کے بعد علمی، ادبی اور معاشرتی رسائل و جرائد کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ رسالوں کے قطع نظر اخباروں کا آغاز ہفتہ وار اخبارات سے ہوا۔ ”دکن میں اُردو“ میں مولوی نصیر الدین ہاشمی نے حیدرآباد دکن کا پہلا اُردو ہفتہ وار اخبار ”آصف الاخبار“ کو قرار دیا ہے جو ۱۸۷۸ء میں جاری ہوا۔ اس کے ایڈیٹر نارائن راؤ تھے لیکن ”صحافت پاکستان دہندہیں“ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے لکھا ہے کہ ”خورشید دکن“ حیدرآباد کا پہلا اخبار تھا جو ۱۸۷۷ء میں جاری ہوا اور ایک سال بعد بند ہو گیا۔ اس کے ایڈیٹر مرزا کاظم غازی تھے۔ حیدرآباد کا پہلا روزانہ اُردو اخبار ”ہزار داستان“ ہے جو ۱۸۸۵ء میں جاری ہوا۔ مولوی محمد سلطان عاقل شاگرد غالب اس کے ایڈیٹر تھے۔

اس طرح مندرجہ بالا اخباروں کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اُردو صحافت کا آغاز آگرہ، بنارس، لکھنؤ، لاہور، سیالکوٹ، ملتان، بنگلہ اور حیدرآباد وغیرہ سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔



جنوبی ہند میں

اُردو صحافت کی ابتدا

جنوبی ہند میں اُردو صحافت کا باقاعدہ آغاز ۱۸۳۱ء میں ”جامع الاخبار“ کے اجراء سے ہوا۔ مدراس کا یہ اولین اخبار ہندوستان کے قدیم ترین اخباروں میں سے ایک ہے لیکن بہت کم ارباب علم اس حقیقت سے واقف ہیں۔ اب تک جن محققین نے مدراس کی اُردو صحافت پر قلم اٹھایا ہے انھوں نے اپنے موضوع سے کما حقہ انصاف نہیں کیا ہے۔

”مدراس میں اُردو“ میں مولوی نصیر الدین ہاشمی نے سب سے پہلے مدراس کی اُردو صحافت پر مختصر سی روشنی ڈالی لیکن اس کتاب میں بھی مدراس کی ابتدائی صحافت پر کوئی تفصیلی مواد نہیں ملتا۔ ہاشمی صاحب نے اس کتاب میں بہت مابعد کے ایک اخبار ”عمدة الاخبار“ کو مدراس ہی کا نہیں اُردو کا سب سے پہلا اخبار قرار دیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

”ہمارا خیال ہے اُردو کا پہلا اخبار غالباً ”عمدة الاخبار“ ہوگا جو مدراس سے شائع ہوا ہے اگرچہ اس کے اجرائی کا صحیح سنہ ہنوز تحقیق کے ساتھ تعین نہیں کیا جاسکتا لیکن گمان غالب ہے کہ اس کی اجرائی ”عمدة الامراء“ کے زمانہ (۱۲۱۰ھ تا ۱۲۱۶ھ / ۱۸۰۲ء تا ۱۸۰۶ء) میں ہوئی ہے اور ان کے نام ”عمدة الامراء“ پر ہی ”عمدة الاخبار“ رکھا گیا ہے ممکن ہے ہمارا خیال صحیح ہو اور ممکن ہے غلط ہو مگر اس میں شک نہیں کہ ”عمدة الاخبار“ مدراس کا پہلا اخبار تھا۔

پروفیسر قاسم علی سمجن لال (سابق صدر شعبہ تاریخ عثمانیہ یونیورسٹی) نے ”ٹوئیٹوز پیرز آف مدراس“ مطبوعہ انگلینڈ ۱۹۷۱ء اسلامک سٹیج“ جلد (xviii) میں اور ڈاکٹر عبدالحی مرحوم سابق پرنسپل گورنمنٹ آرٹس کالج مدراس نے اپنے مقالے ”مدراس کے اُردو اخبارات

اور سائل ” (مطبوعہ رسالہ اُردو اپریل ۱۹۴۱ء) میں مدراس کے ایک اُردو ہفتہ وار ” اعظم الاخبار “ کو مدراس کا پہلا اخبار قرار دیا ہے۔ عتیق صدیقی صاحب نے بھی اپنی کتاب ” ہندوستان اخبار نویسی “ میں ” اعظم الاخبار “ ہی کو مدراس کا پہلا اُردو اخبار تسلیم کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

” مدراس کا پہلا اخبار ” اعظم الاخبار “ تھا جس کا محرم ۱۲۶۵ھ ۱۸۴۸ء میں اجراء ہوا تھا۔“

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے اپنی کتاب ” صحافت پاکستان و ہند میں “ ڈاکٹر عبدالحی مرحوم کی معلومات درج کی ہیں اور ” اعظم الاخبار “ ہی کو مدراس کا پہلا اخبار قرار دیا ہے مولوی نصیر الدین ہاشمی نے ” مدراس میں اُردو “ کی اشاعت کے برسوں بعد اپنے ایک مضمون ” مدراس میں اُردو کا کچھ نیا سالہ “ (مطبوعہ ” نوائے ادب “ بمبئی اپریل ۱۹۵۷ء) میں ” اعظم الاخبار “ کو مدراس کا پہلا اخبار قرار دیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

” مدراس میں اُردو “ میں اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ ” عمدۃ الاخبار “ غالباً مدراس کا پہلا اُردو اخبار ہو گا جو ” عمدۃ الامراء “ کے نام پر شائع ہوا تھا چونکہ یہ اخبار ہماری نظر سے نہیں گذرا تھا صرف چند تاریخی معلومات سے یہ قیاس کیا گیا تھا لیکن اب جو مواد حاصل ہوا ہے اس سے واضح ہو رہا ہے کہ مدراس کا اُردو اخبار جس کو پہلا اخبار کہا جا سکتا ہے وہ ” اعظم الاخبار “ ہے۔“

راقم الحروف کو دوران تحقیق پتہ چلا کہ ” جامع الاخبار “ مدراس کا پہلا اُردو اخبار تھا۔ اس کی اشاعت ” اعظم الاخبار “ سے سات سال پہلے ہوئی تھی۔ ” جامع الاخبار “ پہلی مرتبہ یکم ذی الحجہ ۱۲۵۷ھ ۱۸۴۱ء کو شائع ہوا جبکہ ” اعظم الاخبار “ کی پہلی جلد کا پہلا شمارہ ۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ ۶ جولائی ۱۸۴۸ء کو شائع ہوا تھا۔

(اعظم الاخبار کی پہلی جلد کا پہلا شمارہ کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس میں محفوظ ہے) کتب خانہ ادارۃ ادبیات اُردو حیدرآباد میں ” جامع الاخبار “ کی بارہویں جلد ۱۲۶۹ھ ۱۸۵۲ء موجود ہے جس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی اجرائی ۱۲۵۷ھ ۱۸۴۱ء میں عمل میں آئی تھی چنانچہ بارہویں جلد کے پہلے ہی شمارے میں

جو دوشنبہ ۴ / محرم ۱۲۶۹ھ م ۱۸ / اکتوبر ۱۸۵۲ء کو شائع ہوا تھا۔ ”جامع الاخبار“
 مدراس ۴ / محرم ۱۲۶۹ھ کے عنوان کے تحت یہ عبارت لکھی گئی ہے :
 ”الحاصل بنا اس کا غذا کا پہلی ذی جہ (ذی الحجہ) ۱۲۵۷ھ
 قدسی میں پڑا۔“

”جامع الاخبار“ مورخہ ۱۵ / ربیع الاول ۱۲۶۹ھ م ۲۷ / دسمبر ۱۸۵۲ء میں بتایا گیا
 ہے کہ جس وقت یہ اخبار ۱۲۵۷ھ میں جاری ہوا تھا اس وقت مدراس سے اور
 کوئی اُردو یا فارسی اخبار نہیں نکلتا تھا :

”یہ اضعف العباد ۱۲۵۷ھ قدسی میں دارالسلطنت مدراس
 کے بیچ کوئی ہندی و فارسی یا اور کچھ السنہ اسلامی میں کا غذا
 جاری نہیں تھا سو حال خوب واقف ہونگے ایک کا غذا اخبار اس
 ریاست میں بے دینیوں کی جواب دندان شکنی کے واسطے بنا کر
 نامناسب و احسن جان کے بتا کیا۔“

اسی شمارے میں ”نقل اطلاع نامہ ادبی مطابق اصل“ شائع کیا گیا ہے اس میں بھی بتایا
 گیا ہے کہ ”جامع الاخبار“ پہلی بار یکم ذی الحجہ ۱۲۵۷ھ میں شائع ہوا تھا۔ غرض صاحب
 ”جامع الاخبار“ سید رحمت اللہ کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ ”جامع الاخبار“
 کی اشاعت سے قبل اُردو یا فارسی یا کسی اور السنہ اسلامی میں کوئی اخبار مدراس
 سے شائع نہیں ہوتا تھا۔ ڈاکٹر محمد غوث صاحب نے بھی اپنے ایک مضمون ”مدراس
 کے اُردو اخبارات۔ پہلا اخبار۔ جامع الاخبار“ (مطبوعہ ہفتہ وار نرسٹ مدراس
 مورخہ ۱۸ / نومبر ۱۹۶۳ء) اور احمد عبدالحق صاحب نے اپنے مضمون ”جنوبی
 ہند کا پہلا اُردو اخبار“ (مطبوعہ ”سیرس“ حیدرآباد ممئی ۱۹۶۳ء) میں یہی خیال
 ظاہر کیا ہے۔ اور ”جامع الاخبار“ ہی کو مدراس کا پہلا اُردو اخبار تسلیم کیا ہے۔

مدرا س کے

قدیم

ادو واجہارک

جامع الاخبار

’جامع الاخبار‘ مدراس ہندوستان کے قدیم ترین اردو اخبارات میں ایک نمایاں حیثیت کا مالک ہے لیکن اس اخبار کے سنہ اشاعت کے متعلق محققین بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ ”مدراس میں اردو“ میں گارساں وتاسی کے حوالے سے مولوی نصیر الدین ہاشمی نے لکھا ہے کہ ”جامع الاخبار ۱۸۶۰ء میں جاری ہوا تھا جو ہفتہ وار تھا اور اس کے ایڈیٹر رحمت اللہ تھے۔ یہ اخبار سولہ صفحات پر مشتمل تھا اور ہر صفحہ میں دو کالم ہوتے تھے“ ڈاکٹر عبدالحی مرحوم نے اپنے مقالہ ”اُنیسویں صدی میں اردو اخبار (مطبوعہ سہ ماہی اردو، اپریل ۱۹۴۱ء) میں مدراس کے کئی رسائل و جرائد کا ذکر کیا ہے لیکن ”جامع الاخبار“ کے بارے میں وہ کچھ نہیں بتاتے۔ محمد عتیق صدیقی نے ”جامع الاخبار“ کا سنہ اجراء ۱۸۵۲ء لکھا ہے اور اس کی صفحات آٹھ صفحات بتائی ہیں۔ ”تاریخ صحافت اردو“ میں مولانا امداد صابری بھی ”جامع الاخبار“ کی اشاعت کا سنہ ۱۸۵۲ء ہی بتاتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

”یہ اخبار ۱۸۵۲ء میں شائع ہوا۔ یہ اخبار سفید دبیز کاغذ پر چھپتا اور آٹھ صفحات پر نکلتا تھا ہر صفحہ میں دو کالم ہوتے تھے اس کے نارسد سید رحمت تھے“ ۲

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اپنے ضخیم مقالے میں ”جامع الاخبار“ کا سنہ اجراء تو نہیں لکھا لیکن وہ اس اخبار کا تذکرہ ۱۸۵۶ء کے بعد کے اخبارات کے سلسلہ میں کرتے ہیں۔ اس اخبار کے متعلق انھوں نے صرف ایک سطر لکھی ہے :

”مدراس سے جامع الاخبار بھی جاری تھا اور اس کے مدیر سید رحمت اللہ تھے“ ۳

۱۔ ہندوستانی اخبار نویسی (کپہنی کے عہد میں) صفحہ ۳۱۰، مطبوعہ انجمن ترقی اردو، علی گڑھ ۱۹۵۷ء

۲۔ تاریخ صحافت اردو (دوسرا ایڈیشن) صفحہ ۴۴۴، مطبوعہ ۱۹۶۷ء

۳۔ صحافت پاکستان و ہند میں، صفحہ ۱۳۰، مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۳ء

پروفیسر قاسم علی سبجی لال نے اپنے انگریزی مقالے ”اے شارٹ ہسٹری آف اردو نیوز پیپرس“ میں جامع الاخبار کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اس طرح یہ تمام محققین ”جامع الاخبار“ کی اشاعت کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ صفحات کی تعداد اور ناشر یا ایڈیٹر کا نام بھی انھوں نے صحیح تحریر نہیں کیا ہے۔ ”جامع الاخبار“ کا ایک شمارہ بھی ان محققین کی نظر سے نہیں گذرا۔ بڑی تحقیق اور چھان بین سے راقم الحروف کو اس اخبار کے کچھ شماروں کا پتہ چلا جو اوراق پریشاں کی طرح منتشر اور گوشہ گم نامی میں بنگلور، مدراس اور حیدرآباد کے بعض پبلک اور نجی کتب خانوں میں پڑے ہوئے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے :

ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد میں ”جامع الاخبار“ کے محرم ۱۲۹۹ھ، م اکتوبر ۱۸۵۲ھ میں محرم ۱۲۷۰ھ، م اکتوبر ۱۸۵۳ھ کے (۵۲) شمارے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ (شعبہ مخطوطات) میں ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ، م جنوری ۱۸۵۳ھ تا ذی الحجہ ۱۲۷۰ھ، م اگست ۱۸۵۴ھ کے (۷) شمارے ہیں۔ کتب خانہ مدرسہ محمدی رانی ٹرسٹ مدراس میں ’جامع الاخبار‘ کے ۶ شمارے ۱۲۷۰ھ، م اپریل ۱۸۵۲ھ اور ۱۳ شوال ۱۲۷۰ھ، م ۱۳ اپریل ۱۸۵۲ھ یعنی جلد نمبر (۲۲) کے دو شمارے نمبر (۳۹) اور (۴۰) موجود ہیں۔ جناب احمد عبدالحق مصنف ”میسور میں اردو“ کا بیان ہے کہ مسلم لائبریری بنگلور (معسکر بنگلور) میں ’جامع الاخبار‘ کی تیسری مکمل جلد (بابہ ۱۸۵۳ھ) موجود ہے۔ مدراس اور حیدرآباد کے تمام شمارے راقم الحروف کی نظر سے گزرے ہیں۔ ان شماروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ’جامع الاخبار‘ فل اسکپ سائز کے آٹھ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ ہر صفحہ پر دو کالم ہوتے تھے، اس کی کتابت، طباعت اور کاغذ قابلِ توفیق ہے۔ خبروں کی ترتیب میں ایک خاص سلیقہ موجود تھا۔ اخبار کے پہلے صفحہ پر کسی قدر جلی گنجشک عربی اندازِ تحریر میں ”جامع الاخبار“ لکھا جاتا تھا اس کے نیچے تھنی لیکن متن کی تحریر سے کسی قدر جلی عبارت میں یہ تحریر ہوتی :

’ہفتہ میں ایک بار پیر کے روز‘، اشتہار، قیمت اس کی ایک روپیہ ماہوار، اس کے بعد دو کالمی صفحہ کا آغاز ہوتا، پہلے صفحہ پر یہ عنوان ”خلاصہ احکام سرکار دولت مدار مدراس“ کے تحت حکومت مدراس کی خبریں اور احکامات شائع کیے جاتے تھے یہ التزام اخبار کے تمام شماروں میں ملتا ہے، اس عنوان کے تحت تقرر، تبدل، برطرفی وغیرہ کے اعلانات اور رفاہی اور فلاحی خبریں شائع کی جاتی تھیں۔ ’جامع الاخبار‘ کے بقیہ سات صفحات مختلف شہروں اور ملکوں کی خبروں سے

بھرسے ہوتے۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں اور دنیا کے مختلف ممالک کی تازہ خبریں اہتمام سے شائع ہوتی تھیں۔ اگرچہ خبروں کے حصول کا راست ذریعہ نہیں تھا۔ مختلف اخبارات و رسائل سے خبریں ملخص کی جاتی تھیں۔ پڑوسی ریاستوں اور ملک کے دوسرے حصوں خصوصاً حیدرآباد، دہلی، لکھنؤ، رام پور، پنجاب، سندھ، ملتان، پٹنالا، کوچین اور خاندیس وغیرہ کی خبریں ”اخبار دل سے معلوم ہوا“ کے جملے سے شروع ہوتی تھیں۔ بیرونی ملک برما، بنگلون، نیپال، روس، چین، آسٹریلیا، کابل، بغداد، شیراز، روم، فرانس اور لندن وغیرہ کی خبریں بھی انگریزی اخبارات کے حوالوں سے پیش کی جاتی تھیں۔ ”جامع الاخبار“ میں ”فرینڈ آف چائنا“، ”سی ڈن“، ”مارنگ کرائیکل“، ”بمبئی گزٹ“، ”بمبئی ٹیلی گراف“، ”دہلی گزٹ“، ”چندر لیکا“، ”مراۃ الاخبار“، ”سلطان الاخبار“، ”احسن الاخبار“، ”تعلیم الاخبار“، ”ریاض نور“، ”جام جہاں“، ”تیسیر الاخبار“ اور ”دولت اسلام“ وغیرہ جیسے اخبارات کے توسط سے خبریں شائع کی جاتی تھیں۔

انگریزی خبروں کا آزاد اردو ترجمہ شائع کیا جاتا تھا۔ غیر ممالک کی خبروں میں ممالک اسلامیہ کی خبریں زیادہ شائع ہوتی تھیں۔ کبھی کبھار شعری تخلیقات بھی دی جاتی تھیں۔ ادارہ ”بالاتزام“ پانچویں صفحہ پر شائع ہوا کرتا تھا۔ ”جامع الاخبار“ کے آخری یعنی آٹھویں صفحے کے اختتام پر یہ عبارت ہوا کرتی تھی:

”مدراس کے مونٹ روڈ پر بہرام جنگ بہادر مرحوم کے باغ کی پہلی گلی کے چھاپے خانہ میں چھاپا گیا المشہر سید رحمت اللہ۔“

”جامع الاخبار“ اپنے وقت کا مشہور اور کثیر الاشاعت اردو اخبار تھا۔ مدراس، بنگلور اور حیدرآباد کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے حصوں میں اس کے خریدار موجود تھے۔ اخبار کا اپنا ایک پریس تھا۔ اس پریس نے جنوبی ہند میں اردو زبان و ادب کی ترقی اور ترویج میں گراں قدر حصہ لیا ہے اور اتنی کثیر تعداد میں اس کے مطبع سے کتابیں شائع ہوئی ہیں کہ ان کا آسانی سے شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اخبار کی آمدنی معقول تھی وہ اشتہارات سے بے نیاز تھا۔

”جامع الاخبار“ کی پہلی ہی اشاعت یکم ذی الحجہ ۱۲۵۷ھ م ۱۸۴۱ء میں اس کے ایڈیٹر سید رحمت اللہ نے اپنے اخبار کی پالیسی کا تفصیلی تذکرہ کیا تھا۔ یہی تفصیل اُنھوں نے بارہ سال بعد اپنے اخبار کی جلد ۱۲ نمبر ۱۰ مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۸۵۴ھ م ۸ ربیع الاول ۱۲۶۹ھ میں نقل کی تھی اس کے مطالعے سے اس اخبار کے متعلق بہت سی باتوں کا علم ہو جاتا ہے: ”مدراس و کراچیک کے حکومت میں رہنے والے حکام و عظام و منصب داران والا نام و شرفائے ذوی الاحترام کے خدمت میں التماس یہ ہے کہ اضعاف العباد خیر خواہ خلق اللہ سید رحمت اللہ ارادہ کیا ہے کہ ایک اخبار کا عقد ”جامع الاخبار“ نام زبان ہندی میں واسطے ضیافت طبع خاص و اشفاق عام کے طبع

کو سے اور اس میں مندرج رہیں آرباب کونسل کے تجویز سے مقرر ہوتے ہیں سو ملکی دہائی و لشکری احکام اور صدر کورٹ، سپریم کورٹ، ریڈیو بورڈ، ملٹی بورڈ، پولیس ٹیلی آفیس وغیرہ کے قوانین و آئین اور فوج کے کمانڈر ان چیف صاحب کے جنرل آرڈر و فرلین اور بھی مدراس اور اس کے حوالے میں ہیں سو کورٹ کچریوں کے ضروری کمان و قانونان اور ایٹائی متفرقہ اجناس غلہ وغیرہ کا نرخ خواہ مدراس میں ہو دے یا اس کے اطراف کے سٹیوں میں، اور جہازوں کے آمد و رفت کا احوال اور تاجروں کو کونسی جلس، کونسی بستی گادوں میں لے جانے سے ان کو نفع ملے گا سو اس کی خبر اور ساہوکار کپنی کو بیوپاریوں والوں سے کیا کیا چیز مطلوب و ضرور پڑتی ہے سو اس کی اطلاع اور ہر جگہ کس جگہ اور کونسی شاپ میں ہوتا ہے سو اس کی کیفیت ان کے سواغے اور بھی طرح طرح کے نوادر اور دلچپ احوال اور دوسرے مکملوں و دلاتوں میں گذرتے سو عجیب و غریب کہد الیف غرض جس کے دیکھنے سے کپنی کے نوکروں کو اہل قلم ہودیوں یا اہل شمشیر بلکہ کسی طرح کا بھی علاقہ و خدمات چھنے والے اور معاملہ و تجارت کرنے والوں کو نفع عام و فائدہ نام ہو دے اور فقط دل بھلائی کے واسطے دیوینکے سوا شخاص کو بھی اس کی سیر سے بردقت فرحت تازہ و مسرت بے اندازہ اطلاع جہاں و تجربہ زماں حاصل ہو دے اپنے چھاپے خانے میں جو مونٹ روڈ پر بہرام جنگ بہادر کے باغ کے پہلی گلی میں واقع ہے۔ ذمہ کچے پہلی پیر سے ہر ہفتے میں ایک بار چھاپہ کر اشتہار دیوے اور اس کی قیمت ماہوار ایک روپیہ دینا پڑے گا اور جو صاحبان کہ لینا چھتہ دچاتے ہیں اپنے درخواست کے ساتھ ایک روپیہ شیگی کا بھیج کر رسید منکلیوں آئندہ بھی ماہ بد ماہ آگے پہنچاتے جادیں اگر کسی کو اپنا کچھ احوال اس اخبار نامے میں مشہور کرنا ہو دے تو اس چھاپے خانہ کو بکھ بھیجیں تو قانون کے موافق چھاپہ کر کہ مشہور کیا جاوے گا پس صاحبان عالی شان سے یہ ہے کہ اس کاغذ ناچیز کو کہ حروف اس کے مانند زنگ آہنی کے ہیں اگر اپنی نظر کیمیا اثر سے ملاحظہ فرمادیں تو امید قوی ہے کہ دے طلائی خالص کے سے روشن ہو جادیں اور بہت استعانت گستر کو اپنے توشہ خاطر میں واسطے مطالعے اس کے جائے مداومت کے دیوں تو اس قلیل البضاعت کا مدعا کہ فقط قیام اس امر کا ہے بخوبی سرانجام پاوے۔ چھاپہ گیا ذلیقہ کی پہلی تاریخ ۱۲۵۷ھ۔

('جامع الاخبار' جلد ۱۲ نمبر ۱۰ مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۸۵۲ء)

'جامع الاخبار' نواب کرناٹک ان کے امراء و رؤسا اور ساتھ ہی ساتھ عوام کی معاشی مذہبی اور سماجی زندگی کا آئینہ دار تھا۔ یہ اخبار مغرب کی کورانہ تقلید، توہم پرستی اور تنگ نظری جیسی معاشرتی بڑائیوں پر سخت تنقید کیا کرتا تھا۔ 'جامع الاخبار' کی پالیسی یہ تھی کہ اس میں نہ تو کسی کی بیجا مدح سرائی ہوتی اور نہ کسی کو خواہ مخواہ تنقید کا نشانہ بنایا جاتا۔ حق گوئی و مہیا کی اس اخبار کا

خاص وصف تھا۔ چنانچہ اپنے ایک شمارے میں ایڈیٹر سید رحمت اللہ نے لکھا تھا:
 ”بے سبب کسی کی ستائش نہ بے علت کسی کی خدمت سوائے وقوعِ قہم
 کے تحریر نہ کیا ویسا ہی آج بھی لکھا ہوں اور آئندہ تا قیامِ جامع الاخبار لکھا
 جاوے گا۔ حتیٰ گوئی کو اندیشے سے کیا علاقہ۔“

(جامع الاخبار، نمبر ۱۲ جلد ۱۲ مورخہ ۳ جنوری ۱۸۵۷ء)

جامع الاخبار میں شرعی امور پر بھی اظہارِ خیال کیا جاتا تھا اس زمانے میں مدراس میں جو مذہبی
 مباحث ہوتے اور عوام اُن سے جس طرح اثر پذیر ہوتے تھے اس پر بھی جامع الاخبار، روشنی
 ڈالتا تاکہ علاقہ مدراس اور اس کے باشندوں کی حقیقی تصویریں اس اخبار میں نظر آسکے۔ اس
 عہد میں مسلمان عام طور پر اپنے دین سے بیگانہ تھے وہ ضعیف الاعتقاد اور تہم پرست بن چکے
 تھے ان میں شرک کا نفور تھا۔ راگ و رنگ کی محفلیں شراب، سیدھی اور کانجہ عام تھا۔ غلط رسومات
 اور غیر شرعی حرکات کا بھی رواج تھا۔ اس عہد کے بلند پایہ مصنف قاضی بدرالدولہ نے اپنی
 مشہور کتاب ”نگزار ہدایت“ مطبوعہ مدراس ۱۲۶۲ھ میں اور ان کے شاگرد مولوی سید احمد
 نے ”رد رسومات ہند“ مطبوعہ مدراس ۱۲۶۳ھ میں اس عہد کی بیشتر غلط رسومات اور غیر شرعی حرکات
 کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ سید رحمت اللہ بھی بڑی بے باکی سے ان غلط رسومات کے متعلق اظہارِ
 خیال کیا کرتے تھے۔ لیکن سید رحمت اللہ، سید محمد علی رامپوری، مرید و خلیفہ مولوی سید احمد شہید کے بڑے
 طرفدار اور ان کے پیرو تھے۔ خان عالم خان فاروق کی کتاب ”بارانِ رحمت“ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سید
 رحمت اللہ، مولوی محمد علی کی وہابی تحریک سے متاثر تھے اسی لیے فاروق نے انھیں سید رحمت اللہ فحری
 لکھا ہے۔ مولوی محمد علی رامپوری ۱۲۳۵ھ م ۱۸۲۹ء میں تردیجِ حق اور اشاعتِ توحید کی غرض سے
 مدراس آئے تھے ان کے مؤثر مواعظ سے مدراس کے مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ متاثر ہوا تھا لیکن علماء
 مدراس نے ۱۱ ذوقعدہ (۱۲۵۱ھ م ۱۸۳۶ء کو سید واعظ موصوف کے کفر کا فتویٰ دیا تھا اور ان کو
 واجبِ القتل قرار دیا تھا۔ جامع الاخبار، تو مولوی سید محمد علی رامپوری کا طرفدار تھا اس لیے قاضی ارتقا
 علی خان، قاضی بدرالدولہ اور دوسرے علماء مدراس نے جامع الاخبار کے متعلق فتویٰ جاری کیا
 تھا کہ مسلمانوں کے لیے اس اخبار کا خریدنا اور پڑھنا جائز نہیں ہے۔ فتویٰ کی عبارت کا ترجمہ
 درج ذیل ہے:

فتویٰ

’اخبار نامے کا جس کا نام سید رحمت اللہ ہے اپنے اخبار نامے میں جس کا نام ’جامع الاخبار‘ رکھا ہے۔ شہروں اور ملکوں کے اخبار پر اقصائے کر کے مسلمانوں کی غیبت اور ہجو کرتا ہے اور پاک دامن اور مومنہ عورتوں پر بہت باندھتا ہے اور انھیں نکالی دیتا ہے اور علمائے اسلام اور ذی عزت عائدین کی اہانت کرتا ہے اور وہ لوگ جو اس جہاں فانی سے چھٹکارا پا چکے ہیں اور جن کے حق میں یہ حدیث آئی ہے کہ اپنے مردوں کو بھلائی سے یاد کرو ان کے متعلق ایسی باتیں لکھتا ہے جن سے ان کی اہانت ظاہر ہوتی ہے اور اہل سنت و جماعت کی بعض کتابوں کے متعلق ایسا کلام کرتا ہے جس سے ان کتابوں پر اس کا عدم اعتماد ظاہر ہوتا ہے۔ الغرض اس حدیث کے مصدق کے بموجب کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اس کی زبان سے اہل اسلام کا کوئی شخص بھی سلامت نہیں رہتا پھر ان تمام باتوں سے آگے ہو کر مقدمات شرعی میں بھی دخل دیتا ہے اور شرعی احکام کی توہین کرتا ہے اس لیے تمام اہل اسلام کو معلوم کرایا جاتا ہے کہ کوئی شخص بھی سید رحمت اللہ کے ’جامع الاخبار‘ کا مطالعہ نہ کرے اور اس کو نہ خریدے اس بنا پر یہ چند کلمے اہل اسلام کی اطلاع کے لیے لکھے گئے ہیں اور خدا ہی سے ہم کو توفیق ہونی چاہیے۔

یہ فتویٰ ۱۲۷۵ھ رمضان ۱۸۴۹ء کو پیش کیا گیا تھا اس فتویٰ کی صحت پر مولوی جمال الدین احمد، مولوی محمد شہاب الدین، مولوی محمد یوسف علی، مولوی محمد عبدالرزاق، مولوی سید محمود، مولوی عبدالوہاب، مولوی محمد عبداللہ، مولوی کلیم احمد خان اور سید محمد حبیب اللہ نائب مفتی محکمہ عالیہ کے دستخط اور ان کی مہر ہیں۔ کسی شاعر نے اس موقع پر اس اخبار کی موقوفی کے متعلق ایک دلچسپ تاریخ بھی لکھی تھی۔

واہ وہ کیا جامع الاخبار کو اہل دین نے کر دیے موقوف جھٹ پاؤں سے مدراس کے سربراہ کا دل نے سال اس کا کہا اخبار چٹ اس فتویٰ کے باوجود بھی ’جامع الاخبار‘ برسوں جاری رہا۔ کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس میں اس اخبار کی (۲۲) دین جلد ۱۲۷۵ھ ۱۸۶۲ء کے دو شمارے موجود ہیں ان شماروں سے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خلافاۃ قاضی بدرالدولہ از پروفیسر محمد یوسف کوکن، ص ۳۹۷ تا ۳۹۸ مطبوع مدراس ۱۹۶۳ء

معلوم ہوتا ہے کہ ”جامع الاخبار“ کا دفتر بہرام جنگ روڈ کے باغ کی میپی نگلی سے تینا پیٹھ میں رفعت الملک بہادر کے باغ کے متصل منتقل ہو گیا تھا اور اخبار اس کے اپنے پریس کے بجائے مطبع قادری سے طبع ہو رہا تھا چنانچہ آخری صفحے کے اختتام پر یہ عبادت لکھی ہے :

”مدراں کے مونٹ روڈ پر متصل باغ رفعت الملک بہادر یہ مقام تینا پیٹھ المشہر سید رحمت اللہ فی الحال مطبع قادری میں حلیہ طبع حاصل کرتا ہے“

(جامع الاخبار، مورخہ ۱۳ اپریل ۱۸۹۲ء)

’جامع الاخبار‘ کب تک جاری رہا اور کب بند ہوا اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔
’جامع الاخبار‘ میں کبھی کبھار غزلیں، نعتیں اور رباعیاں بھی شائع ہوتی تھیں ادیبوں کی محفلوں اور شعراء کی نشستوں کے مختصر تذکرے بھی اس اخبار میں شائع ہوتے رہتے تھے ایک غیر معروف و گننام شاعر بہار کی متعدد غزلیں ’جامع الاخبار‘ کے صفحات میں نظر آتی ہیں۔
’جامع الاخبار‘ نے حیدرآباد کے مشہور شاعر شمس الدین فیض کا حسب ذیل مصرعہ شائع کیا تھا اور مدراس کے شعراء کو اس کا مصرعہ ثانی موزوں کرنے کی دعوت دی تھی۔

پچھلیاں دشت میں پیدا ہوں ہرن دریا میں

جب مدراس کے مشہور شاعر مروت نے مصرعہ ثانی موزوں کیا تو ’جامع الاخبار‘ نے اسے جواب مصرعہ فیض کے عنوان کے تحت اس طرح شائع کیا تھا :

”ان دنوں حافظ شمس الدین فیض حیدرآباد نے مصرعہ مرقومہ التبدیل فکر کر کے مشہور کیے تا شعراء ہر نواح اپنے استعداد کے موافق مصرعہ برجستہ لگا دیں مصرعہ فیض صاحب یہ

پچھلیاں دشت میں پیدا ہوں ہرن دریا میں

مروت اس مروت صاحب شاعر مدراس نے اس مصرعہ کے انقلاب حالت پر نظر فرما کے ایسا مصرعہ لکھے کہ جس کے تفہیم سے یہ انقلاب پایا جاتا ہے مصرعہ مروت صاحب یہ

آنکھیں پھیرے وہ اگر سیم بدن دریا میں

پچھلیاں دشت میں پیدا ہوں ہرن دریا میں

(جامع الاخبار نمبر ۴ جلد ۱۳ مورخہ ۲۸ اگست ۱۸۹۵ء)

’جامع الاخبار‘ برٹش سرکار کی سیاسی حکمت علی اور ان کی خود غرضانہ پالیسی پر کڑی تنقید کرتا تھا۔ ان کے معاشی استحصال کا پول کھولتے ہوئے اس نے اپنے ایک شمارے میں لکھا تھا ”گرانی کا عجب عالم ہے کہ لکھا نہیں جاتا یہاں بازاریاں مفرقہ

لاہور والی سسرکار کمپنی بہادر سے روز بروز قحطی کر دکھلاتے ہیں اور قیمت کو بڑھاتے اور اناج کو گھٹاتے ہیں اور یہاں کے ارباب عدالت بالکل غلہ فروشوں کے جانب متوجہ نہیں کہ وہ کیوں بیچتے ہیں اور کیا قیمت لیتے ہیں کیوں نہ بازاریاں اپنے دل میں آیا سو کریں گے اور بیچیں گے۔ حاکم کو لازم یہ ہے کہ خلق اللہ کی درستگی پر نظر رکھنا برخلاف اس کے بازار یوں کے حوالے غلہ باشندگان شہر کو چھوڑے ہیں وہ جیسا چاہے ویسا کام کر رہے ہیں اگر شہر مدراس کو شہر ناپڑسان نہ بولے تو بیدادی ہے بہر نوع گرائی غریبوں کو بہ تنگ کر دی ہے کہ اپنے رشکم پروری کے لیے ہمیشہ روزی اختیار کیے ہیں سو اندرون شہر ہر گلی کوچے میں اچھی چوری ہو رہی ہے اور کوئی روز مجسٹریٹ میں ایک دو غیر چوری کی نہیں آئے سو خالی نہیں ہے۔

(جامع الاخبار نمبر ۴ جلد ۱۳ مورخہ ۲۸ اگست ۱۸۵۷ء)

سید رحمت اللہ کی نگارشات میں عربی اور فارسی الفاظ اور ترکیبوں کی کمی نہیں 'جامع الاخبار' کی خبروں اور اداروں کی زبان 'دکنی' ہوتی چنانچہ اخبار کی زبان کو خود سید رحمت اللہ 'ہندی' لکھتے ہیں ان کا بیان ہے:

"سید رحمت اللہ ارادہ کیا ہے کہ ایک اخبار کا کاغذ 'جامع الاخبار' نام زبان ہندی میں واسطے ضیافت طبع خاص و عام کے طبع کرے۔"

(جامع الاخبار نمبر ۱۱ جلد ۱۲ مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۸۵۷ء)

اوپر کے اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید رحمت اللہ کے پیش نظر 'خاص و عام' دونوں تھے اور انھیں سماج کے ان دونوں طبقات کے مفاد سے دلچسپی تھی۔ "جامع الاخبار" کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ معاشرے کے نچلے اور متوسط طبقے کے حقوق کی حفاظت ہمیشہ اس کے پیش نظر رہی۔ اس نے سماجی برائیوں پر بیباکانہ تنقید کی اور سیاسی مسائل کا اچھا تجزیہ پیش کیا۔ اس اخبار کی علمی و ادبی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اعظم الاخبار

ہندوستان کے قدیم ترین اُردو اخبارات میں ’اعظم الاخبار‘ مدراس کو بڑی ممتاز اور نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ متعدد محققین اس اخبار کی تاریخ اشاعت کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ محققین نے اس اخبار کو مدراس کا سب سے پہلا اُردو اخبار قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحق نے ’اعظم الاخبار‘ کو مدراس کا ”قدیم ترین ہفتہ وار“ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے :-

”مدراس کا سب سے پہلا اخبار جو مجھے دستیاب ہوا ہے وہ ۱۸۴۵ء میں جاری ہوا غالباً اس کا (اعظم الاخبار کا) پہلا نمبر محرم ۱۲۶۵ھ میں نکلا اور یہی مدراس کا قدیم ترین ہفتہ وار اخبار تھا۔“

تاریخ صحافت اُردو میں بھی امداد صابری نے ’اعظم الاخبار‘ کی تاریخ اشاعت محرم ۱۲۶۵ھ ہی بتائی ہے۔ عتیق صدیقی نے لکھا ہے: ”مدراس کا پہلا اخبار ”اعظم الاخبار“ تھا جس کا محرم ۱۲۶۵ھ (مطابق ۱۸۴۵ء) میں اجراء ہوا۔“ مدراس میں اُردو میں ’اعظم الاخبار‘ کا کوئی ذکر نہیں ہے لیکن مولوی قصیر الدین باشمی نے اپنے ایک مضمون میں ’اعظم الاخبار‘ کو مدراس کا پہلا اخبار قرار دیا ہے کہ ”میر و فیروز عبدالسلام خورشید اپنے مقالے ”صحافت پاکستان دہندہ“ ڈاکٹر عبدالحق کی ہی معلومات درج کی ہیں اور ’اعظم الاخبار‘ ہی کو مدراس کا پہلا اخبار قرار دیا ہے۔“

’اعظم الاخبار‘ کے تقریباً پچتر (۵۷) شمارے عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری کے شعبہ مخطوطات میں محفوظ ہیں۔ مدراس کے خانگی کتب خانہ مدرسہ محمدی میں ’اعظم الاخبار‘ کے پندرہ شمارے موجود ہیں۔ اسی کتب خانہ میں ’اعظم الاخبار‘ کی پہلی جلد کا پہلا شمارہ بھی محفوظ ہے جو ایک

۱۔ انیسویں صدی میں مدراس کے اُردو اخبار ۳۲ مطبوعہ رسالہ اُردو اپریل ۱۹۴۱ء
 ۲۔ ہندوستانی اخبار نویسی ص ۳۰ مطبوعہ دہلی ۱۹۵۷ء
 ۳۔ مدراس میں اُردو کا کچھ نیا سالہ ۳۲ مطبوعہ ’نوائے ادب‘ بمبئی اپریل ۱۹۵۷ء
 ۴۔ صحافت پاکستان دہندہ ص ۱۲۸ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء

تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس شمارے کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے 'اعظم الاخبار' کا اجراء ۱۲۶۸ھ ۶ جولائی ۱۸۴۸ء کو عمل میں آیا تھا۔ یہ ایک ہفتہ وار اخبار تھا ہر منچہ کے دل اس کی اشاعت عمل میں آتی تھی۔ 'اعظم الاخبار' کبھی آٹھ اور کبھی دس صفحات پر شائع ہوتا تھا۔ اس اخبار کا سائز (۱۲ x ۷) ہے اور ہر صفحہ پر دو کالم ہیں، اس کی کتابت، طباعت اور کاغذ قابل تعریف ہے۔ خبروں کی ترتیب میں سلیقہ نظر آتا ہے۔ اخبار کے پہلے صفحے پر بجلی گجھک عربی انداز تحریر میں 'اعظم الاخبار' لکھا جاتا تھا اور اس کے نیچے علی حروفوں میں یہ لکھا ہوتا ہے

پنچشنبہ روز اشتر ہمار
پیشگی دس روپے سال میں ایک
قیمت ایک روپیہ ماہوار
محصول ڈاک ذمہ خریدار

اس کے بعد دو کالمی صفحے کا آغاز ہوتا۔ پہلے صفحے پر فوٹ سینٹ جارج گزٹ کی خبریں دی جاتی تھیں پھر مدراس کی خبریں ہوتیں اس کے بعد پڑوسی ریاستوں اور ملک کے دوسرے حصوں خصوصاً حیدرآباد، دہلی، لکھنؤ، رام پور، کلکتہ، بمبئی، پونا، بنگلور اور کوچین وغیرہ کی خبریں دی جاتیں بیرون ملک کی خبریں بھی شائع ہوا کرتی تھیں۔ "اعظم الاخبار" میں جن اخبارات کے حوالے سے خبریں شائع ہوتی تھیں ان میں 'معدۃ الاخبار' مدراس نیٹو ہیریڈ، آفتاب عالم تاب، انتہیم، جہاں جہاں سلطان الاخبار اور بمبئی گزٹ وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ 'اعظم الاخبار' کے آخری صفحے پر اختتام میں یہ عبارت ہوتی تھی:

"مطلع اعظم مقام مدراس محلہ ترملکھٹری، والا جاہ روڈ البحر حکم سید محمد معہ شرکا"

آخر تک حکیم مولوی سید محمد ہی 'اعظم الاخبار' کے ایڈیٹر اور نارسد تھے بعض وقت ان کی غیر موجودگی میں سید رستم اخبار نکالا کرتے تھے۔

"اعظم الاخبار" کا نام نواب محمد غوث خان بہادر اعظم رئیس ارکاٹ کے تخلص کی مناسبت سے "اعظم الاخبار" رکھا گیا تھا یہ قطعہ بھی درج کیا جاتا تھا ہے

مہربان امیدواروں پر نہ کیوں کر ہر
اسم اعظم کا وظیفہ مطبع اعظم میں ہو
کیوں نہ رحمت کی نظر اس کی ہیں درکار ہو
نام سے جس کے یہ کاغذ اعظم الاخبار ہو

۱۔ اخبار کے لیے انگریزی میں چونکہ پپر (PAPER) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اس کی

پیردی میں ایڈیٹر نے اخبار کے بجائے لفظ کاغذ استعمال کیا ہے۔

اخبار کا یہ نام نواب محمد غوث خان بہادر اعظم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے رکھا گیا تھا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابتداء میں بعض اُردو اخبارات کے اجراء کا مقصد یہ تھا کہ نوابوں اور رئیسوں کی خوشامد کی جائے تاکہ تحسین زر کی صورت نکل آئے بعض قدیم اخبارات اپنی قیمتیں بھی مترادف مقرر کیا کرتے تھے۔

’اعظم الاخبار‘ کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی تھی۔ امداد صابری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اخبار کا خبریں اتنی مُصدقہ سمجھی جاتی تھیں کہ ’اسعد الاخبار‘ (آگرہ) اسی کے حوالے سے خبریں شائع کیا کرتا تھا۔ (ساریخ صحافت اُردو ص ۳۶۳)

’اعظم الاخبار‘ کے ادبیر کو بھی اپنے اخبار کی مقبولیت اور شہرت کا احساس تھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

”اعظم الاخبار“ کی شہرت جو ساری جہاں میں پھیلی اور اس کی خوبی تحریر کا چرچا ہر ملک و دیار میں پہنچا۔ قدر شناس صاحبین بڑی قدر دانی سے اس منزلت کرنے لگے اور ہر خاص و عام خواہش تمام اُس کی خریداری کے طالب بنے سو سبب اعظم اس کا پر تو نیر اعظم کا ہے جس کا نور ظہور اظہارِ شمس ہے اور اس کے اقتباس انوار سے تو اس قرطاس اخبار نے ’اعظم الاخبار‘ لقب پایا اور اس کے مہتمم نے بھی بطفیل اسی اسم اعظم کے عرصہ بیان میں سارے ہم سردوں اور ہم عصروں کے درمیان رستی کا علم نصب کیا اور بڑی شجاعت و مردانگی سے مشہور ہو ہر دل عزیز بنا۔“

(اعظم الاخبار نمبر ۳۵ جلد ۳ مورخہ ۱۸ جولائی ۱۸۵۱ء)

’اعظم الاخبار‘ کی ایک خاص خوبی جو دوسرے اخباروں میں نظر نہیں آتی یہ تھی کہ اس اخبار میں ہمیشہ کم از کم دو صفحے ”انگریز سرداروں“ کے لیے بھی ہوتے تھے اس کے ذریعہ سے نوادر انگریز حاکموں کو اُردو کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ”اعظم الاخبار“ میں انگریزی کورٹ مارشل کے ہندی ترجمے بھی شائع کیے جاتے تھے۔ انگریز حاکموں کے لیے علیحدہ صفحے مقرر کیے جانے کی اطلاع ”اعظم الاخبار“ میں اس طرح شائع کی گئی تھی: ”تعلیم الاخبار“ کے ڈھب انگریزی

سرداروں کے فائدے کے لیے ہم ہر ایک قرقطاس میں دو صفحے انگریزی کورٹ مارشل کے ہندی ترجمے کے ساتھ چھاپا کرتے تھے۔ سوچنا نازک دماغ حضرات اس کو قِلّتِ اخبار کا سبب جانے اور محض پر اس کا حرف دھرے۔ اس لیے اس سال سے ہم انگریزی سرداروں کے لیے فقط جُدا قرقطاس سکھنے کے طور پر چھاپنا شروع کیے اور ہندی فارسی اخبار قدیم عادت موافق لکھنے لگے۔ تا حضرت کا مزاج اس کے مطالعے سے رُک نہ جائے اور سرداروں کا فائدہ بھی دوسرے قرقطاس سے نکل آئے، باوجود اس کے ہم عبارت نویسی میں ہر دو قدر شناسوں کی رعایت رکھا کرتے ہیں۔ اُمید رکھتے ہیں کہ حضرات دلا تباد اور سردارانِ بلند اعتبار اس پر ہمارے قرقطاس کو بڑی خوشی سے ملاحظہ فرمادیں گے اور جیسی چاہیے اس کی قدر دانی کریں گے۔

(اعظم الاخبار نمبر ۵، جلد ۵، مورخہ ۱۹ جنوری ۱۸۵۱ء)

اعظم الاخبار نے ”نوسکھ شمشیر بند سرداروں کی تعلیم“ کے لیے قابلِ قدر خدمات انجام دی تھیں۔ انگریزوں میں یہ اخبار بڑی دلچسپی سے پڑھا جاتا تھا بعض وقت انگریز اُردو یا انگریزی جُملے یا عبارتیں اڈیٹر کے پاس روانہ کرتے اور ان کے ترجموں کی درخواست کرتے تھے مثلاً کسی انگریز نے حسب ذیل جملہ روانہ کیا تھا اور ترجمہ کی خواہش کی تھی:

“HE IS GUILTY OF MURDER”

اخبار نے اس جملے کا ترجمہ اس طرح شائع کیا تھا:-

”وہ غول کرنے کا تقصیر مند ہے یا اس پر خون ثابت ہوا“

(اعظم الاخبار نمبر ۳۲، جلد ۴، مورخہ ۲۴ جولائی ۱۸۵۱ء)

اعظم الاخبار کے ایک قاری نے مندرجہ ذیل عبارت کا انگریزی ترجمہ چھاپنے کی درخواست کی تھی:

”میں تیرا برس کا نوکر ہوں کبھی کسی سے کم سرس باتاں نہیں کیا۔

اس پلٹن میں ایک جوان یا ایک بیٹا میرا دشمن ہے۔ عدالت کے

صاحبان میرا انصاف کریں گے۔“

اس عبارت کا ترجمہ اس طرح شائع ہوا تھا:

“I HAVE BEEN 13 YEARS IN SERVICE, I NEVER ABUS-

ED ANY ONE, THERE IS A PARTY AGAINST ME IN THE

REGIMENT AND I TRUST THE COURT WILL DO ME JUSTICE

(اعظم الاخبار نمبر ۳۸، جلد ۴، مورخہ ۲۴ جولائی ۱۸۵۱ء)

’اعظم الاخبار‘ میں مشکل اُردو الفاظ کا انگریزی ترجمہ بھی دیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر ایک عبارت پیش ہے جس میں مشکل الفاظ کے انگریزی معنی دیئے گئے ہیں۔

”قاضی القضاۃ مدراس محمد ابراہیم علی خان ضعف (WEAKNESS)

بصارت (SIGHT) کے عذر سے نیشن لینے ہارے ہیں بعد
ان کے اس کام پر کون مقرر ہوگا سو معلوم نہیں۔ افواہ DOUBTFUL

(NEWS) تو یہ ہے کہ یہ خدمت اُن ہی پر ختم ہو چکی اور کوئی
منصب کو نہیں پہنچے سکا۔“

(اعظم الاخبار نمبر ۳، جلد ۴، مورخہ ۲۴ جولائی ۱۸۵۸ء)

’اعظم الاخبار‘ غزلیں اور شخصی اطلاعات شائع کرنے کی ”اُجرت“ وصول کیا کرتا تھا۔ ایک سطر کا مواد اچھا پینے کا معاوضہ دو آنے اور غزل شائع کرنے کا معاوضہ فی بیت دو آنے تھا۔ اخبار نے اپنے خریداروں کے لیے رعایت منظور کی تھی اور ان سے فی بیت صرف ایک آنہ اور فی سطر ایک آنہ معاوضہ لیا جاتا تھا چنانچہ ’اعظم الاخبار‘ میں اکثر پہلے صفحے پر یہ اشتہار دیا جاتا تھا :-

”ناظرین ’اعظم الاخبار‘ کی خدمت شریف میں یہ التماس ہے کہ اگر آپ صاحبان ہمارے کاغذ (اخبار) دہے) میں کسی عبارت سوائے بھوکے چھاپہ کو دانا چاہیں تو ایک سطر کو ایک آنے کے حساب سے اُجرت کے پیسے روانہ کر دیں۔ اگر غزل وغیرہ چھپوانا چاہیں تو ایک بیت کو ایک آنے کے حساب سے پیسے بھیج دیں۔ آگے اُجرت روانہ کرے بغیر غزل ہو یا عبارت ہرگز نہ چھاپا جائے گا۔ جو صاحبان کہ ہمارے کاغذ کے خریدار نہیں ہیں ان سے فی بیت دو آنے اور فی سطر دو آنے اُجرت لی جائے گی۔“

(اعظم الاخبار نمبر ۳، جلد ۴، مورخہ ۲۴ جولائی ۱۸۵۸ء)

بہادر شاہ ظفر سے عقیدت

’اعظم الاخبار‘ کو آخری مغل حکمران بہادر شاہ ظفر سے بڑی عقیدت تھی۔ ظفر کی غزلیں اکثر ’اعظم الاخبار‘ میں شائع ہوا کرتی تھیں۔ بہادر شاہ ظفر کی زمین میں جو شعراء غزلیں لکھ کر روانہ کرتے انھیں یہ اخبار بغیر اجرت کے شائع کرتا تھا چنانچہ ”منظومات“ کے عنوان کے تحت ’اعظم الاخبار‘ میں یہ اطلاع شائع ہوئی تھی :-

”یہاں کے شعراءے نازک تلاش بادشاہ ظفر کی طرح کی ہوئی زمین میں فکر کر کے جو غزلیں ہمارے پاس روانہ فرماتے ہیں سو ہم اس کو بے اجرت اپنے اخبار نامے میں ضیافت ناظرین کے لیے لکھاتے ہیں۔

(اعظم الاخبار نمبر ۵، جلد ۵، مورخہ ۴، ڈسمبر ۱۸۵۷ء)

اس شمارے میں بادشاہ ظفر کی زمین میں بھی ہوئی منشی منور حسین منور، حکیم عبد الباسط عشق سید احمد مشتاق اور ندیم جنگ نفرت جیسے مشہور شعراءے مدراس کی غزلیں شائع کی گئی ہیں۔ ’اعظم الاخبار‘ کے متعدد شماروں میں ظفر کی زمینوں میں بھی ہوئی متعدد غزلیں موجود ہیں۔

اعظم الاخبار کے ادارے

’اعظم الاخبار‘ کے اداروں میں معاشرہ کی اصلاح کے لیے توہم پرستی کی لغتوں فصول خرمی اور بے علمی کی تکنتوں پر روشنی ڈالی جاتی تھی۔ قارئین کو سماج سدھار کی طرف متوجہ کیا جاتا تھا۔ اپنے ایک ادارے میں ایڈیٹر نے مسلمانوں کو انگریزوں سے سبق حاصل کرنے کا مشورہ دیا ہے اور بتایا ہے کہ انگریز اپنے بچوں کی تربیت کی طرف بطور خاص توجہ کرتے ہیں اور کم عمری ہی میں ان کی تربیت شروع کر دیتے ہیں۔

”انگریزوں کی تربیت دیکھو کہ بارہ سال کی عمر والے پندرہ سال کی عمر والے تربیت سے فارغ ہو اپنا شہر چھوڑ کر پر ملک کو پیدائش کے لیے آتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم لوگ دیکھے دیکھاتے ان کی تربیت کا ڈھب نہیں سیکھتے۔ بیس سال تیس سال کے بعد

تربیت پانے کا خیال کرتے ہیں۔ خاک پڑ والیے خام خیال پر کیا ہی وقت تربیت پانے کا ہے؟
(اعظم الاخبار نمبر ۶، جلد ۵، مورخہ ۲ دسمبر ۱۸۵۱ء)

ایک اور ادارے میں مسلمانوں کی تنگ نظری اور ان کی ذہنی لپستی پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم اپنی کم ہمتی کی وجہ سے دوسری اقوام سے پیچھے ہیں اگر مسلمان اپنا حوصلہ بلند رکھیں اور متحد ہو کر حکومت کو اپنے مسائل کی طرف متوجہ کریں تو یقیناً ان کی کوشش بے کار نہیں ہوگی۔ اعظم الاخبار کے ایڈیٹر مولوی سید محمد اس نظریے کے حامل تھے کہ جب تک مسلمان انگریزی زبان نہیں سیکھیں گے وہ انگریزوں کی تربیت حاصل نہ کر سکیں گے اور حاکم محکوم میں زبان کی خلج مائل رہے گی وہ کہتے ہیں کہ انگریزوں کی سیاسی یا لسی کی کامیابی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ پہلے انھوں نے اپنے مفتوحین کی زبان سیکھی اور اس کے ذریعہ سے ان کی معاشرت اور ان کے تصورات زندگی کو سمجھنے کی کوشش کی وہ لکھتے ہیں :

”کیا ہمارے بھائی مسلمان اپنے ہم قوموں کی بہتری اور خوش گزرانی

(GOOD LIVING) کی صورت بالفاق آداب حکومت سے چاہیں

تو کیا کام نہیں نکلے گا۔ کیوں نہیں بہت کچھ نکلے گا مگر بے زبان ہوہنے سے کچھ نہیں۔“

(اعظم الاخبار نمبر ۱۹، جلد ۵، مورخہ ۲ فروری ۱۸۵۱ء)

”ان کی ذاتی اور فراست کا خیال کیجئے کہ یہ لوگ جس ملک میں گئے پہلے تو ان کی زبان سیکھ لیے پھر بعد اس ذریعے سے وہاں کے تمامی آئین پر خوب واقف ہو گئے۔ ہند میں آئے تو ہندی اور جتنے زبان کہ یہاں مروج ہیں سب سیکھ پھر عجم کو گئے تو فارسی سیکھ لیے اور ترکستان میں آئے تو ترکی وغیرہ زبانیں حاصل کر چکے جب عربستان میں آئے تو عربی تحصیل کیے۔“

(اعظم الاخبار نمبر ۲۲، جلد ۵، مورخہ ۳ جون ۱۸۵۱ء)

پھر اخبار نے مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ وہ حکام وقت کی زبان سیکھیں۔ انھوں نے اس خیال کی مخالفت کی ہے کہ انگریزی زبان سیکھنا مذہباً منع ہے۔ اعظم الاخبار کا مطالعہ کرنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے ایڈیٹر ایک مدشن خیال اور ترقی پسند شخص تھے۔ غدر کے بعد سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کو انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی طرف مائل کیا تھا لیکن اس سے قبل مولوی سید محمد نے اس عصری ضرورت کی طرف اپنے قارئین کی توجہ مبذول

کی تھی انگریزی زبان سیکھنے کی ضرورت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے تنگ نظر لوگوں پر تنقید کی ہے اور لکھتے ہیں :

”بخلاف ہم لوگوں کے کہ غیر زبان سے واقف ہونا ہمارے پاس سخت منع اور نہایت بُری بات ٹھہری۔ اسی سبب سے ہمارے لوگ ہر ایک دینی کام میں غیروں کے محتاج ہونے لگے آخر یہ نوبت پہنچی کہ معیشت کی راہ بالکل بند ہو گئی۔ حکام وقت کی زبان سے واقف رہنا البتہ معیشت کی بہتری کا سبب ہے اور عقلِ معاش کا اقتضا بھی یہی۔ دینی علم کے ساتھ کسبِ معاش کا علم بھی اس زمانے میں سیکھنا نہایت ضرور ہے شعر و انشاء سے کچھ کام نہیں نکلتا بلکہ شرعاً یہ علوم بھی ممنوع ہیں جیسے اور علم۔ پاک نیت سے غیر علم کی تربیت کچھ بد نہیں۔“

(اعظم الاخبار نمبر ۳۲، جلد ۵، مورخہ ۳ جون ۱۸۵۷ء)

اعظم الاخبار کی زبان اور رسم الخط کی خصوصیات

’اعظم الاخبار‘ کی زبان آسان، عام فہم ہے اس میں فارسی اور عربی ترکیب بھی نظر آتی ہیں۔ اس اخبار کی ایک اہم خصوصیت اس کا ”رسم الخط“ ہے جس کی متعلق ڈاکٹر عبدالحی لکھتے ہیں :

’اس اخبار میں رسم الخط کی ایک یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ ہر جگہ ”یا“ اور واؤ مجہول کو مصروف متماثل کیا گیا ہے۔ اور مجہول ”یا“ اور ”واؤ“ پر اس قسم کے نشان پائے جاتے ہیں۔ ”ا، ہ، و“ فارسی اور عربی ترکیبیں زیادہ ہیں سیول اور ملٹی کے لیے اہل قلم اور اہل شمشیر یا شمشیر بند کی اصلاح مستعمل ہے۔“

جیسا کہ کہا جا چکا ہے مولوی سید محمد نے عربی اور فارسی الفاظ بکثرت استعمال کیے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

”ان کی موت تفصیل بہنوز کا شفی معلوم نہیں ہوئی۔“

”شاید کہ جنوبی زدہ ہوا ہو۔ لوگوں پر بہنوز کچھ حقیقت اس کی مکشوف نہیں

ہوئی۔ سکاڑی بانوں کے اہتمام و سعی سے یہ آتش فرو ہوئی۔“

معتول نے کہیں کہیں فارسی محاوروں کو اردو میں ڈھال لیا ہے مثلاً۔ ”رودادن“ سے ”رودنیا“ جیسے ذیل کے جملے سے واضح ہے :-

”اگر اربابِ حکومت اس کی کچھ تدبیر مناسب فرمادیں تو خوب نہیں

تو ہمیشہ ایسے ہی اتفاقات رد دیتے رہیں گے۔“

عبارت میں ”نے“ کا استعمال بالکل کم ہے اگر کہیں اس کا استعمال کیا بھی گیا ہے تو غلط مثلاً ”امام نے اپنے یاروں کے ساتھ دعا اور استفسار میں مشغول تھا۔“ یا ”پھر اس نے عربوں کی تائید سے ان کے ہاتھ گرفتار نہ آسکا۔“ وغیرہ۔

اس نوبت پر اس کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ ”اعظم الاخبار“ میں ہمیشہ فارسی کا بھی ایک صفحہ یا ایک ورق موجود رہتا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریز ملازمین فارسی اور اردو اچھی طرح جانتے تھے اور لکھنے پڑھنے کا بھی اچھا سلیقہ رکھتے تھے۔ کمپنی دو یا دو سے زیادہ زبانیں جاننے والے اپنے ملازمین کو انعام و اکرام کے علاوہ ”معتول خدمتوں پر فائز کرتی تھی۔ اس سلسلہ میں ’اعظم الاخبار‘ کے مندرجہ ذیل اطلاعات پڑھنے کے قابل ہیں :

”قلعہ میں اکثر سولجر ہندی اور فارسی زبان خوب جانتے تھے اور لکھنے پڑھنے کا بھی اچھا سلیقہ رکھتے تھے چنانچہ کئی سولجروں کو ہم دیکھے کہ وہ فارسی گفتگو اس طور پر کرتے تھے کہ قابلوں کے سوا اے دد سروں کو ان کی تقریر سمجھنا دشوار ہو جاتا تھا۔“

(اعظم الاخبار نمبر ۲۶، جلد ۵، مورخہ ۲۲ اپریل ۱۸۵۶ء)

”یونانیٹ سرویس گزٹ میں لکھا ہے کہ مدراس کے گورنر سر ہندی پانچر صاحب بہادر سوپریم گورنمنٹ کے حکم موافق اسی ملک کے تمامی شمشیر بند سرداروں کو اطلاع دیتے ہیں کہ اگر کوئی سردار ان ساتھ زبانوں میں سے دو زبان، یا زیادہ سیکھ کے امتحان دیوے تو اس کو سرکار کی طرف سے ایک مئسٹ ہزار روپے انعام ملیں گے سوا اے اسکے وہ لوگ معتول خدمتوں پر بھی مامور ہو دیں گے۔“

(اعظم الاخبار نمبر ۲۷، جلد ۵، مورخہ ۲۹ اپریل ۱۸۵۶ء)

مطبع اعظم الاخبار

’اعظم الاخبار‘ کا اپنا ایک مطبع تھا۔ اس مطبع کی متعدد کتابیں ہماری نظر سے گزری ہیں۔ ’اعظم الاخبار‘ کے مطبع سے اخلاق ہندی، چار درویش، اخوان الصفا، بکا دلی اور گلستان بھی شائع ہوئے تھے۔ ان کا اشتہار ملاحظہ ہو:

”ہم آگے اشتہار دے چکے ہیں کہ ہندوستانی سلکشن جو مجموعہ ہے۔ پانچ برسوں کا دو جلد میں۔ پہلی جلد اخلاق ہندی، چار درویش، دوسری جلد اخوان الصفا، بکا دلی، گلستان ہمارے کارخانے میں چھاپہ ہوتے ہیں سو اب بفضلہ تعالیٰ تین رسالے چھپ چکے یعنی جلد اول تو ساری پوری تیار ہو گئی، دوسری جلد میں بھی ایک رسالہ تمام ہو چکا اب دو رسالے چھپتے ہیں وہ بھی قریب تمام ہونگے خریدار صاحبوں کی خدمت میں گزارش یہ ہے کہ اگر پہلی جلد کی ضرورت ہو تو دو نو جلد کے پیسے بھیج دے کے منگوائیں، دوسری جلد بھی تیار ہوتے ہی آپ کی خدمات میں مرسول ہوگی۔ قیمت دو نو جلد کی ہم آگے لکھ چکے ہیں کہ بے جلد سات روپے اور مجلد آٹھ روپے۔“

(اعظم الاخبار نمبر ۲، جلد ۳ مورخہ ۴ اپریل ۱۸۵۷ء)

مختصر یہ کہ ’اعظم الاخبار‘ مدراس کی اردو صحافت میں نشانِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے سماجی اصلاح کو اپنا مطمحہ نظر بنایا تھا اور عوام کی فلاح و بہبود کی طرف بطور خاص توجہ کی تھی۔

آفتاب عالم تاب

مدرس کے اولین اخبارات میں 'آفتاب عالم تاب' بھی ایک ممتاز حیثیت کا حامل تھا۔ دور دور تک اس اخبار کی شہرت تھی۔ ڈاکٹر عبدالحی نے اس اخبار کے متعلق لکھا ہے:

۱۸۴۹ء میں مدرس سے ایک اُردو اخبار 'آفتاب عالم تاب' نکلتا تھا۔

اس کی خبروں کا حوالہ دہلی کے مشہور ریاضی دال ماسٹر رام چندر کے اخبار

'فوائد الناظرین' میں پایا جاتا ہے۔" ۱

ڈاکٹر سیدہ جعفر نے اپنے تحقیقی مقالے "ماسٹر رام چندر اور اُردو نشر کے ارتقاء میں انکا حصہ" میں بتایا ہے کہ ماسٹر رام چندر 'فوائد الناظرین' میں دوسرے اخباروں سے اخذ کی ہوئی چیز بھی شائع کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سیدہ جعفر نے مدرس کے اخبار 'آفتاب عالم تاب' کا بھی ذکر کیا ہے۔ "ہندوستانی اخبار نویس کے مصنف نے 'آفتاب عالم تاب' کے متعلق کچھ نئی معلومات کا اظہار نہیں کیا ہے انھوں نے صرف ڈاکٹر عبدالحی کے بیان کو دہرایا ہے اور لکھا ہے:

"یہ بھی مدرس ہی کا اخبار تھا غالباً ہفتہ وار ہی رہا ہوگا اس کے سنہ اجراء

کا صحیح پتہ تو نہیں چلتا لیکن ۱۹۴۹ء میں یہ یقیناً موجود تھا کیونکہ اس سال

کے 'فوائد الناظرین' میں اس کے حوالے ملتے ہیں گمان غالب ہے کہ

۱۸۴۹ء ہی میں اس کا اجراء ہوا ہوگا۔" ۲

ماسٹر رام چندر کا رسالہ 'فوائد الناظرین' پندرہ روزہ اخبار تھا اس کا ۱۸۴۴ء میں اجراء ہوا

تھا یہ ایک بالتصویر علمی اور تاریخی اخبار تھا۔ اس کے اڈیٹر دلی کالج سے بھی وابستہ تھے عتیق صدیقی لکھتے ہیں:

"انیسویں صدی کی دوسری دہائی میں جن لوگوں نے اپنی انٹھک کوششوں

۱۔ انیسویں صدی میں مدرس کے اُردو اخبار ۱۸۴۹ء مطبوعہ رسالہ اُردو اپریل ۱۹۴۱ء
۲۔ محمد عتیق صدیقی: ہندوستانی اخبار نویس (کینی کے عہد میں) ص ۳۱ مطبوعہ دہلی ۱۹۵۵ء

سے زمین اُردو کو آسمان کا ہم پلہ بنایا ان کی اگر فہرست مرتب کی جائے
 تو ماسٹر رام چندر کا نام سرفہرست ہوگا۔ ۱۷
 ”تاریخ صحافت اُردو“ میں امداد صابری نے ”آفتاب عالم تاب“ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے:
 ”یہ اخبار مدراس سے جلوہ افروز ہوا تھا کب لکھا اس کا صحیح پتہ نہیں
 چل سکا البتہ دہلی اُردو اخبار مورخہ ۲۴ جنوری ۱۸۵۷ء میں اس کے
 حوالے سے خبر شائع ہوئی۔“ ۱۸

مدراس کے اولین اُردو اخبار ”جامع الاخبار“ نے جن کا اجراء یکم ذی قعدہ ۱۲۵۶ھ م
 ۱۸۴۱ء کو عمل میں آیا تھا اس کے قدیم شماروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اخبار
 کی اشاعت سے قبل یا اسی سال کسی اور اُردو یا فارسی اخبار مدراس سے شائع نہیں ہوتا
 تھا چنانچہ خود صاحب ”جامع الاخبار“ کا بیان ہے:

”یہ اضعاف العباد ۱۲۵۶ھ قدسی میں دار السلطنت مدراس کے بیچ کوئی
 ہندی و فارسی یا اور کچھ السنہ اسلامی میں کاغذ اخبار جاری نہیں تھا سوا
 سے خوب واقف ہونگے۔ ایک کاغذ اخبار اس ریاست میں بے دنیوں
 کی جواب دندان شکنی کے واسطے بنا کر نامناسب و احسن جان کے ناپا۔“
 (جامع الاخبار نمبر ۱۲، مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۸۵۷ء)

اگر آفتاب عالم تاب، جامع الاخبار سے قبل یا اسی سال لکھا تو اس کا تذکرہ بھی
 اخبار میں ضرور آتا جبکہ کئی سالوں بعد اخبار نے اپنا پہلا بیان پھر شائع کیا تھا اس
 وقت تصحیح کی جاسکتی تھی۔ لیکن ایسا نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے امداد صابری نے ”دہلی اُردو
 اخبار“ کی تاریخ نقل کرنے میں غلطی کی ہے۔

”فوائد الناظرین“ ۱۸۴۵ء میں جاری ہوا لیکن اس اخبار کے ۱۸۴۹ء کے شماروں
 میں ”آفتاب عالم تاب“ کے حوالے ملتے ہیں۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۴۹ء ہی میں
 اس اخبار کا اجراء ہوا ہوگا۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالحق اور عتیق صدیقی نے بھی یہی رائے
 ظاہر کی ہے۔

”آفتاب عالم تاب“ کے شمارے اب کسی کتب خانہ میں موجود نہیں ہیں۔ اس

لیے اس کی صحیح تاریخ اشاعت کا کسی کو علم نہیں ہے۔

مدرسہ کے ایک اخبار ”صبح صادق“ جولائی و ستمبر ۱۸۵۸ء کے بعض شماروں میں آفتاب عالم تاب کے حوالے سے خبریں دی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے یہ اخبار ۱۸۵۷ء میں بھی جاری تھا۔

”تاریخ مصافت اردو“ (جلد دوم) میں مولانا امداد صابری نے ایک اور ”آفتاب عالم تاب“ اخبار کا ذکر کیا ہے جو کشمیری گیٹ آگرہ سے ۱۸۶۱ء میں جاری ہوا۔ اس اخبار کے مالک امراد علی اور ایڈیٹر گینشی لال تھے۔ اس اخبار میں خبروں کے علاوہ دہلی کے آخری مغل حکمران بہادر شاہ ظفر کے حالات بھی شائع ہوتے تھے جس کا ذکر مرزا غالب نے بھی اپنے ایک خط میں کیا ہے جو منشی ہر گوپال تفتہ کو لکھا گیا تھا جس میں مرزا غالب لکھتے ہیں :

”ایک اخبار موسوم بہ ”آفتاب عالم تاب“ نکلتا ہے اس کے مہتمم نے التزام کیا ہے کہ ایک صفحہ یا ڈیڑھ صفحہ میں بادشاہ دہلی کے علاوہ لکھا ہے نہیں معلوم آغا کس مہینے سے ہے حکیم احسن اللہ خاں یہ چاہتے ہیں کہ سابق اور اُردو میں جب سے ہوں وہ چھاپہ خانہ میں مسودہ رہتے ہیں اس کی نقل کاتب سے لکھوا کر یہاں بھیجی جائے اُجرت جو لکھی آئے گی بھیجی جائے گی۔ ہاں صاحب آفتاب عالم تاب کا بطبع کشمیری گیٹ میں ہے۔“

تیسیر الاخبار

”تیسیر الاخبار“ جنوبی ہند کے قدیم ترین اردو اخبارات میں شمار ہوتا ہے۔ اس اخبار کے متعلق بھی محققین کو بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر عبدالحی نے اس اخبار کے متعلق یہ قیاس ظاہر کیا تھا:

”میرا یہ قیاس شاید غلط نہیں کہ اس زمانے میں اردو اخبارات کی پسندیدگی عام کی وجہ سے جناب عشق نے اس کو اردو ہی میں جاری کیا ہوگا۔“ ۱

”تذکرہ شعرائے دکن“ میں عبدالمجبار ملکا پوری نے اس اخبار کا نام ”تمیز الاخبار“ بتایا ہے اور لکھا ہے:

”مولف کو یہ امر معلوم نہیں ہوا کہ وہ اخبار کب تک جاری رہا اور کب موقوف ہوا۔“ ۲

”مدراں میں اردو میں مولوی نصیر الدین ہاشمی نے ’تیسیر الاخبار‘ کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ ”ہندوستانی اخبار نویس“ میں عتیق صدیقی نے، اور ”صحافت پاکستان و ہند میں“ ڈاکٹر عبد السلام غور شنید نے ”تیسیر الاخبار“ کا محقر سا تذکرہ کیا ہے لیکن اخبار کی صحیح تاریخ اشاعت کا ان دونوں کو بھی کوئی علم نہیں۔ ”تیسیر الاخبار“ کا ذکر ہمیں ”تذکرہ گلزار اعظم“ میں بھی ملتا ہے۔ نواب محمد غوث خاں بہادر اعظم نے ”تیسیر الاخبار“ کے ایڈیٹر محمد عبد الباسط عشق کے حالات میں اس اخبار کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس اخبار میں جو ہر ہفتہ شائع ہوتا تھا ہر دیار کے احوال اور سرگذشت بیان کی جاتی تھی :

”سرگذشت روزگار و احوال ہر دیار بہر ہفتہ یکبار بقالب طبع می آرد

۱۔ انیسویں صدی میں مدراس کے اردو اخبار ص ۱۷ مطبوعہ رسالہ اردو اپریل ۱۹۶۱ء
 ۲۔ تذکرہ شعرائے دکن، حصہ دوم ص ۸۵۴ مطبوعہ حیدرآباد۔

نامش ”تیسیر الاخبار بنادہ“ ہے

اس طرح ”تذکرہ سطرار اعظم“ میں بھی ”تیسیر الاخبار“ کی تاریخ اجراء کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ بڑی تلاش اور جستجو کے بعد راقم الحروف کو ”تیسیر الاخبار“ کے چند شماروں کا پتہ چلا۔ کتب خانہ مدرسہ محمدی، رانی پیٹ مدراس میں اس اخبار کے دس شمارے موجود ہیں۔ اس اخبار کے جو شمارے دستیاب ہوتے ہیں وہ ۱۲۶۵ھ م ۱۸۴۹ء سے ۱۲۶۹ھ م ۱۸۵۳ء تک کے عرصے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس کے علاوہ اس اخبار کے شمارے کہیں اور نظر نہیں آئے۔ کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس میں ”تیسیر الاخبار“ کی پہلی جلد کا جو دھواں شمارہ موجود ہے جو ۱۹ شعبان ۱۲۶۵ھ م ۱۸ جولائی ۱۸۴۹ء کو شائع ہوا تھا۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اس اخبار کا پہلا شمارہ ۱۹ اپریل ۱۸۴۹ء (جمادی الاول ۱۲۶۵ھ) کو شائع ہوا تھا۔

”تیسیر الاخبار“ ایک ہفتہ وار اردو اخبار تھا۔ یہ کلاں سائز (۱۳ × ۱۵) پر ہر شنیہ کے دن شائع ہوا کرتا اور صرف ایک ورق پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس کی کتابت، طباعت اور کاغذ اوسط درجہ کا تھا۔ خبروں کی ترتیب میں کوئی خاص سلیقہ نظر نہیں آتا۔ اخبار کے پہلے صفحہ پر طبعی اور گنگلک عربی انداز میں ”تیسیر الاخبار“ لکھا ہوتا اور اس کے نیچے حسب ذیل اشعار ہوتے:

یا الہی حمد کی تیسیر بخش
مخبر صادق کو تسلیم و درود
شکر سے العام کو توقیر بخش
ہے صحیح اخبار کا جس سے درود

جو ہو تیسیر تو اخبار کی سیر
یہ اشعار ”تیسیر الاخبار“ کے ابتدائی شماروں میں موجود ہیں بعد میں سرورق پر یہ دو شعر شائع ہونے لگے۔

بے شش و پنج ہووے اگر تیسیر
لیجئے ہم سے یہ کاغذ اخبار
پانچ آنوں کی کچھ بے باط نہیں
سینکڑوں انبساط سے ہوں دوچار
عیتق صدیقی نے قاسم علی سجن لعل کے حوالے سے ان اشعار کو اس طرح نقل کیا ہے:

جو درست نہیں ہے:
بے شش و پنج ہووے اگر تیسیر
پانچ آنوں کی کوئی بے باط نہیں
لیجئے ہم سے یہ کاغذ اخبار
سینکڑوں انبساط سے ہوں دوچار

”تیسیر الاخبار“ میں ملکی اور غیر ملکی خبریں شائع کی جاتی تھیں یہ پہلا سالم قلعہ سینڈ جارج کی خبروں کے لیے مخصوص تھا۔ اس اخبار میں بھی ہمعصر اخباروں کی خبریں نقل کی جاتی تھیں ان میں ”جام جمیڈ“ راست گفتار، سلطان الاخبار، اور ”مظہر الاخبار“ قابل ذکر ہیں۔ خود ”تیسیر الاخبار“ کی خبریں اور اس کے اڈیٹر کا کلام معاصر مقامی اخبارات میں بھی اہمیت کے ساتھ نقل کیا جاتا تھا چنانچہ معاصر ”اعظم الاخبار“ میں ”حکیم صاحب والا دقار حکیم عبدالباسط صاحب عشق مشہر تیسیر الاخبار کی غزل معہ شقہ شائع ہوئی تھی۔ یہ غزل مغل حکمران بہادر شاہ ظفر کی زمین میں خود اڈیٹر ”اعظم الاخبار“ کی فرمائش پر کہی گئی تھی۔ شقہ کی نقل درج ذیل ہے:

”صاحب اعظم الاخبار“ کی خدمت میں عشق بعد سلام کے ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی فرمائش کے موافق بحکم المامور معذور ایک غزل کہہ کر آپ کے دیکھنے کے لیے روانہ کیا ہوں اس کو چھاپنا ضرور نہیں کیونکہ اچھے اچھے شاعروں کے اشعار آپ چھاپ چکے ہیں پھر میرے غریب اشعار کی تشہیر کی کیا حاجت۔ آپ کا مخلص

لے ردشنی طبع تو بر من بلا شدی

کا مصداق ہے۔ زیادہ کرم باد۔

عبدالباسط عشق

۴ ربیع الثانی ۱۲۶۸ھ

اس شقہ کے ساتھ جو غزل شائع ہوئی تھی اس کا مطلع یہ ہے۔

بچے کہاں گردش زماں سے فلک پہ انجسم زمین پر مردم

ہمیشہ سرگشتہ آسمان سے فلک پہ نگم زمین پر مردم

معاصر ”جامع الاخبار“ نے ”تیسیر الاخبار“ کے حوالے سے مندرجہ ذیل نینوز شائع کی تھی:

”تیسیر الاخبار“ سے دیکھنے میں آئی سو یہ کیفیت ہے کہ ان دنوں میں

یہاں چوروں کا بڑا زور شور ہے۔ چنانچہ گزشتہ سہ شنبہ کی شب

والا جاہ نگہ میں کسی تاجر کے گھر ڈاکا پیڑ کے ہزار روپے کا زیور ڈالا

اُٹھائے گئے۔ (جامع الاخبار، نمبر ۱۲، جلد ۱۲، مورخہ ۲۹ جنوری ۱۸۵۴ء)

تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ”اعظم الاخبار“ نمبر ۱۲، جلد ۵، مورخہ ۲۹ جنوری ۱۸۵۴ء، ملوک عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری، شعبہ اسلامیات

تیسیر الاخبار کے دوسرے صفحہ پر آخر میں یہ عبارت لکھی جاتی تھی :
 ”مدراں کی تر ملکھڑی کے والا جاہ ردو پر بانفصل مطبع اعظم میں چھاپا
 ہوا ہے المشہر حکیم عبدالباسط عشق۔“
 لیکن ابتدائی شماروں میں یہ آخری عبارت اس طرح لکھی جاتی تھی :
 ”مطبع تیسیر الاخبار کا شہر مدراس محلہ تر ملکھڑی گوہر نہ صاحب بہادر
 کی باغ کے دروازے کے قریب والا جاہ ردو پر واقع ہے۔ نمبر مکان
 تین کا مصنف و بانی عبدالباسط عشق۔“

۱۸۵۲ء م ۱۲۶۸ھ کے شماروں میں آخری عبارت اس طرح لکھی جانے لگی :
 ”مطبع تیسیر الاخبار کا شہر مدراس تر ملکھڑی محلہ چپاک بڑے دروازے
 کے قریب کوچہ قادو باورڈی کے گیارھویں نمبر کے مکان میں واقع ہے
 المشہر حکیم عبدالباسط عشق۔“

”تیسیر الاخبار“ کی زبان عام فہم تھی۔ نمونے کے طور پر اس اخبار کی ایک خبر ذیل میں درج
 کی جاتی ہے یہ خبر سید عبدالودود نقوی عاشق کی وفات پر شائع ہوئی تھی جو الیٹ انڈیا کمپنی
 کی خواہش پر ۱۸۰۷ء م ۱۲۲۲ھ میں بنگال سے ”شہر فرخندہ اساس مدراس“ آئے تھے یہاں
 بہت سے طلباء ان سے مستفید ہوئے اور وہ مختلف اہم عہدوں پر فائز رہے اور ۱۲ ذوالحجہ
 ۱۲۶۸ھ م ۱۸۵۲ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔ ”تیسیر الاخبار“ نے ان کی رحلت کی اطلاع اس طرح
 شائع کی تھی۔

خیرِ رحلت

”بڑے تاسف کی بات ہے کہ مولوی مفتی سید عبدالودود صاحب
 نقوی شکایت پیچش سے گذشتہ دو شنبہ کی شب کو اس دار فنا
 سے ملکِ بقا کی طرف روانہ ہوئے اور ایک جہاں کے دل پر داغ
 درد و آلم کا بخشنے اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت کرے پھر کہاں ایسے شیخ
 اس صفحہ ہستی پر پیدا ہوتے ہیں۔ زیست ایسے بزرگوں کی غنیمت
 ہے کیونکہ ایسے نادر صفات آدمی پس کم یاب نظر آئے کہ جس
 کے حسنِ خلق و مروت سے ہر کوئی عبرت پکڑتا تھا اور ہر آن ان کی

فیض صحبت سے بہرہ ور ہوتا تھا۔“

(تیسیر الاخبار، نمبر ۹، جلد ۳، مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۵۲ء)

ایک اور خبر کی عبارت ملاحظہ ہو جس میں انھوں نے چوروں کی کثرت کی شکایت کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ سرشام بھی سڑک پر کوئی تنہا آدمی نہیں چل سکتا:

”بڑی حیرت کی بات ہے کہ اس آبادی میں پولیس والوں کا اتنا بندوبست رہنے پر چوروں کا شر بالکل رفع و دفع نہیں ہوا بلکہ آج کل یہ حال ہو گیا ہے کہ سرشام سڑ بازار تنہا آدمی جانا محال ہے کیونکہ چھپے روز کا سرگزشت ہے کہ پٹن کے دروازے کے پاس ایک ہندو ان ہی دہزلوں کے ہاتھ لوٹ گیا۔“

(تیسیر الاخبار، نمبر ۹، جلد ۵، مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۸۵۲ء)

چارلس ٹکاف لفٹنٹ گورنر اگرچہ جو ہندوستان کے عارضی گورنر جنرل بھی رہے ہیں ان کے عہد میں اخباروں کو جو آزادی دی گئی تھی اور جس کو ان کے جانشینوں نے بھی برقرار رکھا تھا۔ اس کی حد لے بازگشت ہیں ”تیسیر الاخبار“ کے سرورق پر نظر آتی ہے:

”سوانح نگاروں کی حق بیانی اور راست قلمی کو کسی قسم کا اندیشہ سنگ راہ نہ ہونے کے واسطے حکام وقت کے یہاں سے رتبہ آزادی کا ملا ہے اس دولت غیر مترقب کی قدر کر کے بندہ خوشامد گو اور عبدالارہم والد نیا نہ رہیں۔“

خبر آزاد ہیں سخن کے بیج
سوسن دسر سے چین کے بیج

ہندوستان کے دیگر اخباروں کی طرح ’تیسیر الاخبار‘ کو بھی اپنے خریداروں سے عدم ادائیگی چھوڑنے کی شکایت رہا کرتی تھی اس کی ایک مثال درج ذیل ہے۔

”التماس دل حزین و ملول ہووے مقبول پیش اہل قبول“

ہمارے کاغذ کے مشرتلوں کی جناب میں التماس یہی ہے کہ بعض صاحبان تو ماہ بہ ماہ بلاتالی قیمت ’تیسیر الاخبار‘ کی پہنچا کر ممنون فرماتے ہیں اور بعضوں پر مہینوں بلکہ برسوں کے پیسے چڑھتے ہیں پھر ہم اہتمام سے اس کے کیوں کر پار اتر سکیں گے لیسرا توجہ قدیم

سے امید ہے کہ جر صاحبان اس باب میں لکھیں اور اعتراض فرماتے ہیں سو
پانچ آٹوں کی کچھ بساط نہ سمجھ کے ماہواری دینے میں سستی نہ کرنا اور تمام د
کمال باقی غایت فرمادینا تا مگر براہی اس کاغذ کی بوجہ احسن ہوا کرے اور
اخبار نادرہ سے ضیافت خاص و عام کی ہوتی رہے ۔

اہل تیسیر کی توجہ خاص ہوئی کہ ہمیں تو دور نہیں

اہل تیسیر کی توجہ خاص ایڈیٹر کو میسر نہ آسکی اور ۱۸۵۳ء میں یہ اخبار بلا آخر بند ہو گیا۔

امداد صابری کا بیان ہے کہ ”تیسیر الاخبار“ پانچ سال کی عمر پا کر ۱۸۶۵ء میں بند ہو گیا۔
حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۵۳ء کے بعد کے شمارے کسی لائبریری میں دستیاب بھی نہیں ہوتے
اور نہ اس سنہ کے بعد مدراس کے دوسرے اخباروں میں اس کے حوالے سے کسی خبر
کو نقل کیا گیا ہے۔

”تیسیر الاخبار“ کے ایڈیٹر حکیم عبدالباسط عشق مدراس کے مشہور علمی گھرانے سے
تعلق رکھتے تھے وہ فورٹ سینٹ جارج کالج کے مشہور استاد ہندی و اصف کے فرزند اور
عارف الدین خان رونی کے پوتے تھے۔ عشق کا خاندان موصل (عراق) کے صدیقی خاندان
خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور ان کے اجداد تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے تھے۔
اور برہان پور میں سکونت اختیار کی تھی۔ رؤسا مدراس نے ان کی قدر دانی کی۔ ”تذکرہ عظیم“ کا
سے پتہ چلتا ہے کہ عشق کی ولادت ۱۸۲۲ء م ۱۲۳۸ھ میں شہر مدراس میں ہوئی تھی۔ تذکرہ
نگاروں کا بیان ہے کہ عشق نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد و اصف اور اپنے مساع
زین العابدین سے حاصل کی ان ہی سے فارسی اور عربی زبانیں سیکھیں پھر خان عالم خان فاروق
سے عربی کی کلاسیکی کتابیں پڑھیں۔ مصنف تذکرہ شعراء کے دکن لکھتے ہیں :
”عشق فن طبابت یونانی و انگریزی میں قدرت کا ملکہ و ملکہ تمام
رکھتے تھے۔ طب انگریزی حکماء فرنگ سے اخذ کی تھی زبان انگریزی

- ۱۔ تاریخ صحافت اردو (جلد اول) ص ۳۶۸
۲۔ رونق اور و اصف کے تفصیلی حالات کے لیے راقم الحرف کے مقالے ”مدراس میں اردو ادب کی نشوونما“
(جلد اول) یا راقم الحروف کی تحقیقی کتاب
فورٹ سینٹ جارج کالج دکن زبان و ادب کا ایک اہم مرکز، ملاحظہ ہوں۔
۳۔ نواب اعظم : تذکرہ عظیم ص ۲۶، مطبوعہ مدراس ۱۹۲۷ء ۱۲

مثل عربی و فارسی جانتے تھے۔ ۱

عشق کے پوتے ملا عبد الباسط بیان کرتے ہیں کہ عشق کا شمار اپنے زمانے کے مشہور و معروف ڈاکروں میں ہوتا تھا اور وہ سرجری میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے انھیں اپنے فن سے بڑا شغف تھا ان کا مطالعہ اور ان کی نظر اس فن میں بڑی وسیع تھی ۲

نواب اعظم نے عشق کی مصروفیت کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ اپنے اوقات بیماروں کے معالجہ میں صرف کرتے تھے اور ایک اخبار ”تیسیر الاخبار“ بھی مدراس سے جاری کیا تھا۔ ملا عبد الباسط کا بیان ہے کہ عشق نے کبھی حکمت کو اپنا ذریعہ آمدنی نہیں بنایا بلکہ اپنے دوست احباب اور غریب غریب کا علاج مفت کرتے تھے۔ بسا اوقات ان کی دواؤں کے اخراجات بھی خود برداشت کرتے تھے اس فیاضی اور سیریشی کی وجہ سے اکثر مقروض اور تنگدست رہتے تھے لیکن بایں ہمہ کبھی اُفصول نے اپنا طریقہ نہیں بدلا ۳

ارکٹ کے آخری حکمران نواب محمد غوث خان بہادر اعظم کی وفات (۱۸۵۵ء) کے بعد عشق کے والد مہدی داصف اور ان کے دادا عارف الدین خان راولی حیدر آباد چلے گئے۔ عشق بھی اپنی جوانی کا ایک معتدبہ حصہ مدراس میں گزارنے کے بعد تلاشِ روزگار میں میسور چلے آئے۔ یہاں محکمہ مال میں اُنھیں ایک معقول خدمت مل گئی کہ مہدی داصف نے اپنے عربی تذکرے ”حدیقۃ المرام“ (۱۸۶۲ء) میں عشق کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ میسور میں موجود تھے۔ میسور میں نو دس سال قیام کے بعد عشق حیدر آباد آئے۔ یہاں آنے کے بعد نواب سالار جنگ اول نے ان کے فضل و کمال کی تہ دانی فرمائی اور دفترِ دیوانی میں شریعت داری کی خدمت ان کے سپرد کی، پھر عجائب خانہ بہ مہتمم بنائے گئے۔ ملا عبد الباسط لکھتے ہیں کہ جب عجائب خانہ درخواست کر دیا گیا تو عشق کو پوری تنخواہ کا وظیفہ ارسال کیا گیا حیدر آباد آنے کے بعد ان کا مشغلہ علاج معالجہ اور درس و تدریس تھا یا پھر وہ شعر بھی کہتے تھے شطرنج بھی بہت اچھا کھیلتے تھے اور یہ شوق بھی کچھ شاعری کی طرح واژناتاً ملا تھا کیونکہ ان کے دادا عارف الدین خاں راولی بھی شطرنج کے اچھے کھلاڑی تھے ۴

- | | |
|---|---|
| ۱ | عبد الجبار ملکا پوری : تذکرہ شعرائے دکن، جلد دوم ص ۸۵۳ |
| ۲ | ملا عبد الباسط : مقدمہ دیوان عشق ص ۲ مطبوعہ حیدر آباد ۱۳۵۹ھ |
| ۳ | مقدمہ دیوان عشق ص ۳ |
| ۴ | مہدی داصف : حدیقۃ المرام فی تذکرہ العلماء الاعلام ص ۱۱ مطبوعہ مدراس ۱۲۷۶ھ |
| ۵ | مقدمہ دیوان عشق ص ۱ |

عشق کے نواسے عبدالرب اپنے ایک مضمون میں عشق کی خانگی زندگی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عشق چٹائی پر بٹھتے تھے قالین، شطرنجی نصیب نہ تھی اور نہ کبھی ان کو اس کا خیال آیا۔ کھانا اچھا کھانا پاہتے تھے اچھا کھانا کبھی میسر نہ آیا۔ طبیب حاذق تھے اس لیے لوگ ان کے معقہ تھے۔ دوسو ستائیس روپیہ وظیفہ ملتا تھا اور گھر میں کئی کینزریں تھیں سب اسی وظیفہ میں پردرش پاتے تھے۔ ایک بڑے دیچے میں دن میں ایک مرتبہ موٹے چادل کا خشک دالچہ اور ترکی کا ایک سالن پکاتا تھا۔ دسترخوان پر ہمیشہ دو تین جہان ضرور رہتے۔ پہلے کرایہ کے مکانوں میں رہتے تھے۔ آخری زمانہ میں ان کے فرزند اکبر عبدالحی کے موٹر خانہ (بیرمن دروازہ چادر گھاٹ) کے قریب ایک مکان سات سو روپیہ میں خرید لیا تھا۔ گھر میں چوبیس گھنٹے شطرنج کا تختہ بچھا رہتا تھا بعض وقت مسلسل آٹھ آٹھ روز تک بازی چلتی رہتی تھی اور اسی دوران میں مریض آکر اپنی کیفیت بیان کرتے اور وہ نسخہ تجویز کرتے جاتے تھے ان کا کپوٹدر جمال دوائیں تیار کر دیتا۔ شطرنج کھیلنے کھیلنے پچاسوں شیشے قارورے کے دیکھتے اور نبض بھی دیکھتے رہتے۔ اور ایسی دوا تجویز کرتے جو تیز بہدہف ہوتی۔ جب کبھی مرزا سالک کے یہاں مشاعرہ ہوتا یا نمبریں کے فرزند کے پاس محفل مشاعرہ منعقد ہوتی تو شطرنج سے فارغ ہو کر غزل بھی لکھا کرتے۔ آخری زمانے میں خطاطی کا شوق پیدا ہو گیا تھا اور انھوں نے زرین رقم خان مدراسی کی شاگردی اختیار کی تھی۔

عشق کا رنگ سُرخ و سفید، ہونٹ پتلے، پیشانی بلند و بالا، ناک سُتوال، قد متوسط کسی قدر نکلتا ہوا، کاسہ سر ضخیم، خیمف الجشہ، گرد دار ڈھی، شاہانیت اور عمامہ باندھتے تھے ۲۔ ملا عبدالباسط کا بیان ہے کہ عشق کی وفات ۵ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ م ۱۸۶۸ء کو ۶۴ برس کی عمر میں ہوئی اور قبرستان گل باغ واقع محلہ ترپ بازار بلدہ حیدرآباد میں تدفین عمل میں آئی۔

عشق نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی کے لطن سے عبدالحی وصف، ملا عبد القیوم، عبدالحی اور دادرگیاں ہوئیں۔ دوسری بیوی سے عبد السلام اور ایک لڑکی ہوئی۔ ان میں سے اب کوئی بقید حیات نہیں اور نہ ملا عبد القیوم کے بیٹے ملا عبد الباسط زندہ ہیں۔

عشق کی وفات کے بعد ان کے پوتے ملا عبد الباسط نے ان کا دیوان ”ترانہ عشق“ کے نام سے شائع کیا۔ ”ترانہ عشق“ حصہ اول میں فارسی غزلیات اور رباعیات ہیں۔ ”ترانہ عشق“ حصہ دوم میں اردو غزلیات اور رباعیات شائع ہوئی ہیں یہ اردو اور فارسی کے دیوان ایک ساتھ ایک ہی جلد میں ۵۹ ص ۱۳ م ۱۹۶۳ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئے تھے۔ یہ مطبوعہ دیوان اب کم یاب ہے۔ کتب خانہ ایجوکیشنل کانفرنس حیدرآباد میں اس دیوان کی ایک کاپی موجود ہے۔

عشق کو شاعری کا شوق وراثتاً ملا تھا وہ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اور اپنے کلام کی اصلاح نواب خان عالم خان فاروق سے لیا کرتے تھے۔ شاگرد کو استاد سے اور استاد کو شاگرد سے خاص ربط و تعلق تھا۔ عشق بڑے پُرگو شاعر تھے۔ ملا عبد الباسط لکھتے ہیں کہ اگر ان کے تمام اشعار کو جمع کیا جاتا تو کئی ضخیم دیوان ہوتے۔ ان کی پُرگوئی مشہور تھی۔ جب شعر کہنے پر آتے تو سینکڑوں شعر کہتے چلے جاتے تھے۔ عشق کے فرزند ملا عبد القیوم لکھتے ہیں ”میرے والد انگریزی و ڈاکٹری میں یدِ طولی رکھتے تھے اور شاعری باپ دادا سے میراث میں آئی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی ایک فخریہ قصیدہ میں اس پر اس طرح فخر کیا ہے

سخنی کہ فخر جہاں است خانہ زاد من است

زین شعر ز آبائے من مرا جاگیر

ایک شب میں چار پانچ سو شعر کہہ ڈالتے تھے بارہا ان کے افکار کو قلم بند کرنا ہم سے دشوار ہوتا تھا اس قدر جلد فکر شعر فرماتے تھے کہ اس کی تصدیق ”تذکرہ گلزار اعظم“ سے بھی ہوتی ہے نواب اعظم لکھتے ہیں ”غزل و قصیدہ بکمال سرعت می نگار دئے“ عشق کے ایک اور معاصر سید مرتضیٰ نیش مولف ”اشارات نیش“ نے بھی عشق کی شعر گوئی کی اس خصوصیت کا ذکر کیا ہے اور ان کے اشعار کو صاف اور شستہ قرار دیتے ہیں۔ نیش لکھتے ہیں :

”اگرچہ از کمتر مدت بہ شعر گوئی میل نمودہ اما شعر شستہ و صاف

سرعت تمام میگوید“

عبد الجبار ملکا پوری نے عشق سے کلام کے متعلق اپنی رائے اس طرح ظاہر کی ہے :

۱ ملا عبد القیوم : اپنی کہانی اپنی زبانی ص ۱۳ مطبوعہ مجلہ نظامیہ ملا عبد القیوم نمبر ۵۹ ص ۱۳

۲ تذکرہ گلزار اعظم ص ۲۶۴

۳ سید مرتضیٰ نیش : اشارات نیش ص ۹۸ مطبوعہ دہلی ۱۹۶۳ء

”آپ کی طبیعت کو شعر و شاعری سے زیادہ مناسب تھی۔ غزل قصیدہ یہ مضامین دل کش بہ سرعت تمام موزوں کرتے تھے۔ آپ کے کلام سے معلوم ہوتا تھا کہ مضامین کی طبیعت میں آمد تھی گویا تازہ تازہ مضامین آپ کے میدان خیال میں دست بستہ کھڑے ہوئے تھے۔ جب چاہتے تھے فی البدیہہ مضامین متفرقہ و معانی جدیدہ کا شیرازہ بانڈھ گلدستہ کی طرح اہل کمال و سخی سنجان نازک خیال کے جلسہ میں پیش کرتے تھے۔ بزرگانی جلسہ آپ کے کلام فصاحت انجام کی داد دیتے تھے۔ آفرین کے ساتھ واہ واہ کہتے تھے۔“

مدرس کے شعراء و مکتب خیال سے وابستہ تھے ایک تو وہ جو دقت پسندی اور خیال آفرینی کو منہائے کمال سمجھتے تھے اور دوسرے وہ جو معنوی خوبیوں کے ساتھ زبان اور لطف بیان کے دلدادہ تھے۔ عارف الدین خان رونق اور مہدی واصف موخر الذکر گروہ کے ہم خیال تھے اور چونکہ عشق کی تعلیم و تربیت زیادہ تر اپنے والد کے سایہ عاطفت میں ہوئی تھی اس لیے ان کے کلام میں زبان اور محاورہ کی جابجائی زیادہ ہے اور زبان صاف اور رواں استعمال کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی عشق متاخرین کے خیال بندانہ طرزِ سخن گوئی کے اثر سے بھی بچ سکے تھے۔

دیوانِ عشق میں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں جو باوجود سادگی اور صفائی بیان کے معنی آفرینی اور خیال آفرینی کا اچھا نمونہ ہیں۔ عشق کے زمانہ جوانی کا کلام ضائع ہو گیا۔ ملا عبدالباقی کا بیان ہے کہ طبیعت کی بے پروائی کی وجہ سے انھوں نے اپنا کلام جمع نہیں کیا اس لیے پروائی اور بے توجہی کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان کا بیشتر کلام ضائع ہو گیا۔ عشق کا جو کچھ اردو کلام ملا عبدالباقی کو ملا وہ ”ترانہ عشق“ حصہ دوم میں شامل ہے۔ اس دیوان کا مقدمہ عشق کے حقیقی برادر زمانے عبد الواحد فرزند عبد العالی والہ نے لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں :

”حضرت عی و استاد حضرت مولوی حکیم عبدالباقی صاحب قبلہ المحاطب بہ حکیم المملک عشق تخلص رحمتہ اللہ علیہ قدس سرہ کا پورا کلام مدون نہ ہوا اور جو کچھ ہوا تھا اتفاق سے وہ بھی تلف ہو گیا۔ بہت سی غزلیں مدراس اور ہمارے حیدرآباد میں ان کے بعض شاگردوں اور دوستوں

کے پاس رہ گئی تھیں اس کمترین کے نزدیک بھی فارسی اور اردو کی چند غزلیں
تھیں جن کو حضرت مرحوم نے کمترین کے حسب درخواست اپنے محبوب صادق
نواب اسد علی خان صاحب کے پاس سے منگوا دی تھیں تاکہ ان کی
فراہمی ہو جائے پس کمترین نے ان کو اجزائے ذیل میں بلحاظ ردیف جمع
کر دیا اور حضرت قبلہ کا ہی مدظلہ و غم فیضہ کی ہدایت سرایا برکت سے
”ترانہ عشق“ اس دیوان محترم کا نام رکھا۔ اے

عشق کے اردو دیوان میں جملہ نیا لیس (۴۵) غزلیات اور سترہ (۱۷) رباعیات ہیں۔
راقم الحروف کو عشق کی چند ایسی غزلیں ملی ہیں جو بہادر شاہ ظفر کی زمینوں میں کہی گئی ہیں یہ
غزلیں مطبوعہ دیوان میں شامل نہیں ہیں۔ یہ غزلیات مدراس کے قیام کی یادگار ہیں۔ چند منتخب اشعار
درج ذیل ہیں :

آخر نہ جنوں جاے کا اک تار بھی چھوڑا	تن میں نہ رہا رشتہ دم بھی میرے باقی
ظاہر میں برہمن نے گوزنار بھی چھوڑا	گھر اسکی رگ جان سے نکلے گا بھلا کیوں
اب بچے کو مے کے ہے خسار بھی چھوڑا	آنکھوں کی تیری مستی میں سُدھ بھول گئے
جب چھوڑ دیا میں نے تو دلدار بھی چھوڑا	افسوس ہوا دل نہ ادھر کا نہ ادھر کا
پیالے ہے غضب تو نے جو دم بیا بھی چھوڑا	کرتا تھا غضب تو میں سمجھتا تھا اُسے پیار
ناچار میں اب چھاپنا اخبار بھی چھوڑا	اخبار میری پڑھ کے خبر بھی نہ ہوا آہ
اب اس نے تو لاکار کا اقرار بھی چھوڑا	تھا عشق کے انکار میں اقرار محبت

(اعظم الاخبار نمبر ۵، جلد ۵، مورخہ ۴ دسمبر ۱۸۶۵ء)

اسی بحر میں عشق کی ایک اور غزل ملاحظہ ہو جو دیوان میں شامل نہیں ہے۔
ہوں بے سرد سالان تیرے کو جس میں خاموش
دستار بھی رفتار بھی گفتار بھی چھوڑا
وال بیٹھے تھے ساتھ میرے ان کے اعیان
ناچار تیرا سایہ دیوار بھی چھوڑا
خوش طبعی سے کہتے ہو تیرا کون ہے غمخوار
لو خوش رہو تم نے کوئی غمخوار بھی چھوڑا

(اعظم الاخبار نمبر ۵، جلد ۵، مورخہ ۴ دسمبر ۱۸۶۵ء)

عشق کی ایک اور غزل مطبوعہ غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔
نہ بے آید اصل کا مدعا ہے مانگتے ہوئے سب دُعا

یہ ترس ترس وہ ترس ترس میں ترس ترس تو ترس ترس

میں تو عنذلیب عجیب ہوں چین جنال میں غریب ہوں
مجھے جاگ قفس، مجھے گھر قفس، مجھے تن قفس، مجھے دل قفس

(اعظم الاخبار نمبر ۵، جلد ۵، مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۸۶۵ء)

اعظم الاخبار ہی میں عشق کی ایک اور غزل بہادر شاہ ظفر کی زمین میں شائع ہوئی تھی۔
اسی زمین میں مدراس کے دوسرے متعدد شعراء نے بھی طبع آزمائی کی تھی۔ عشق کے چند شعر
ملاحظہ ہوں۔

بچے کہاں گردشِ زماں سے فلک پہ انجمِ زمیں پہ مردم
ہمیشہ سرگشتہ آسماں سے فلک پہ انجمِ زمیں پہ مردم
غمِ جدائی سے ہو کے مغمور کر دل ہوں دن رات شورِ محشر
ہیں دردِ دہریں میں یہ فغاں سے فلک پہ انجمِ زمیں پہ مردم
اگرچہ ان کی نہیں رسائی کہ تیرے در پہ ہو جوتہ سائی
مگر فدائی ہیں جسم و جان سے فلک پہ انجمِ زمیں پہ مردم
زمیں یہ سخت ہے سو ظاہر اور آسماں دوِ طبعِ باہر
پہ خوش ہوئے عشق کے بیانِ فلک پہ انجمِ زمیں پہ مردم

(اعظم الاخبار نمبر ۵، جلد ۵، مورخہ ۲۹ جنوری ۱۸۶۵ء)

عشق کے مطبوعہ دیوان ”ترانہٴ عشق“ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مومن دہلوی کے دیوان
کا بہ غور مطالعہ کیا تھا اور انھیں کلامِ مومن پسند تھا۔ عشق نے اپنے ایک شعر میں مومن کا
اس طرح ذکر کیا ہے۔

میں ماننا ہوں قول کو مومن کے دل سے عشق
وہ فتنہ پر زمیں ہے اب آسماں نہیں

عشق اپنے ایک شعر میں اپنے ایک ہم عصر شاعر حبیب اللہ ذکا کی اس طرح تعریف کرتے ہیں۔
دلِ باغِ باغ اور معطرِ دماغ ہے
کیا ہر وہابِ عشق ہیں شعرِ ذکا سے ہم
عشق خود اپنے فن کی قدر جانتے تھے انھیں دعویٰ ہے۔
سنا ہے تم نے کسی سے اگر سخن اچھا سنا ہی دیکھا عشق اُس سے بہتر کو

تب ہی تو عشق ہیں مضمون سُرخ سب تیرے
 کہ خونِ دل سے دیا رنگ میں نے ہر ہر کو
 ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عشقِ زمانے کی بے قدری سے آزدہ تھے انھیں احساس تھا کہ اُن کے
 کلام کی جیسی چاہیے تھی ویسی قدر نہیں ہوئی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں
 اب زمانے سے نہ رکھ قدر کی تو آس اے عشق
 بے ہنر کیوں نہ ہوا کس لیے جاہل نہ ہوا

طاقت نہ کہنے کی نہ سمجھنے کا حوصلہ
 فکر و تلاش شعر و سخن رائیگاں ہے آب
 ”ترانہ عشق“ میں جو غزلیات ہیں ان سے عشق کی پُر گوئی اور روائی طبع کا پتہ چلتا ہے ایک
 ہی بحر و ردیف میں آٹھ آٹھ دس دس غزلیں ملتی ہیں عشقِ اپنی پُر گوئی اور دود فکری کی وجہ سے اپنے
 ہم عصر دل میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ عشق کے چند شعر جن سے ان کے رنگ سخن کا اندازہ ہو
 سکتا ہے ملاحظہ ہوں۔

جن کو نہیں خیال خطا و صواب کا ہوں میں شہیدان کے ہی ناز و عقاب کا

افسوس ہے کہ اب تو وہ دل بھی نہیں جو صفیہ والا تھا مرے حالِ خراب کا

میں حیران ہوں اے دل تجھے کیسا ہوا کہ کاحق تو مجھ تما ہوا
 خبر بھی نہیں اُس کو میری ہوئی دل و جان سے جس پر ہوں شیدا ہوا
 ستاؤ نہ تم عاشقِ زار کو وہ دنیا سے دل ہے اٹھایا ہوا

بہارِ جوانی ہے ان کی غضب دہانوں سے آباد صحرا ہوا
 ہوا عشقِ عاشق جو جاگے نصیب کہاں کوئی معشوق تم سا ہوا

ہے بے وفائی و وفا میں جو چلی بحث تھی کل میں ادھر یا رُادھر ہو گے قائل و دُول

دل اگر سرد ہوا داغ کے مڑھانے سے عشق کہتا ہے نہ کھا غم چین آرا میں ہوں
 قابل دید ہے یہ جوش بہار تازہ گل ہے سودا تیرا اور بلبل گویا میں ہوں
 توڑ کر عہد کبھی تم تو پیشیاں نہ ہوئے سر سے لے بقدم شرم تفاصہ میں ہوں

فرہاد و قیس اٹھ گئے دُنیا سے کیا ہوا ان کی جگہ میں ہم ہیں کہ خالی جہاں ہیں

عشق نے چھوٹی اور دواں بجزوں میں اچھی غزلیں کہی ہیں ایک غزل کے چند شعر یہ ہیں۔
 دل میں تاب و توان نہیں باقی حسرت انتظار رکھتے ہیں
 دل خدّم نہیں ہے سینہ میں داغ اک یادگار رکھتے ہیں
 بے وفائی تیری رہے کب تک ہم وفا پایدار رکھتے ہیں
 ”توانہ عشق“ کے آخر میں سترہ (۱۷) رباعیات ہیں۔ ان رباعیوں میں عشق نے اخلاقی نکات بیان کیے ہیں۔ ان کی زبان سیدھی سادی اور پُر اثر ہے۔ مختصر یہ کہ عشق ایک قادر الکلام پیہ گو شاعر تھے زبان کی صفائی، ندرت خیال اور طرزِ ادا کی بے ساختگی کی وجہ سے وہ مدراس کے شعراء میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ان کے اخبار نے بھی اردو زبان اور عام بول چال میں عوام اور خواص کے شعور کو بنانے اور قومی و ملی جذبات کو ابھارنے میں گراں قدر حصّہ لیا تھا۔ اردو صحافت کی قدیم تاریخ میں اس اخبار کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔



رئیس الاخبار

رئیس الاخبار مدراس اردو کا ایک قدیم اخبار ہے لیکن مولوی نصیر الدین ہاشمی کی کتب ”مدراس میں اردو عقیقہ صدیقی کی ہندوستانی اخبار نویسی (کپنی کے عہد میں)“ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کے مقالے ”صحافت پاکستان دہشتدیں“ اور ڈاکٹر عبدالحی کے مضمون ”انیسویں صدی میں مدراس کے اردو اخبار“ (مطبوعہ رسالہ اردو، اپریل ۱۹۶۴) میں اس اخبار کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ راقم الحروف کو مدراس کے مشہور اخبار ”اعظم الاخبار“ کے متعدد شماروں میں ”رئیس الاخبار“ کے حوالے ملے۔ صاحب ”اعظم الاخبار“ نے ”رئیس الاخبار“ کی کئی خبریں اپنے اخبار میں شائع کی تھیں۔ ۳ اپریل ۱۸۶۵ء کے ”اعظم الاخبار“ سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم ۱۲۶۵ھ ۱۸۴۸ء میں قاضی بدرالدولہ کی مشہور کتاب ”فوائد بدریہ“ مطبع ”اعظم الاخبار“ سے شائع ہونا شروع ہوئی تھی۔ اسی عرصہ میں ”رئیس الاخبار“ نے بھی بلا اجازت یہ کتاب شائع کرنا شروع کر دی حالانکہ ”اعظم الاخبار“ نے اپنے نام ”فوائد بدریہ“ کی رجسٹری بھی کر دالی تھی۔

”اعظم الاخبار“ کے ایک اور شمارے سے معلوم ہوتا ہے کہ ”رئیس الاخبار“ کے ایڈیٹر سید عبدالوہاب تھے وہ بیضے کے مرض سے ۸ ذوقعدہ ۱۲۶۶ھ ۱۸۵۰ء کو انتقال کر گئے ان کی وفات پر ”اعظم الاخبار“ نے حسب ذیل بیونہ جاری کی تھی:

”محل حسرت و تاسف ہے کہ ماہ حال کی آٹھویں تاریخ یکشنبہ کا روز ہجتم ”رئیس الاخبار“ سید عبدالوہاب خفرہ اللہ تعالیٰ بیضہ و بانی کی شکایت سے منزل عقبی طرف رسد ہمارا اور داغ حسرت اپنے غیش و اقارب کے دل پر رکھ چھوڑا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون“

(اعظم الاخبار، شمارہ ۳، مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۸۶۵ء)

”رئیس الاخبار“ دور دور تک مشہور تھا۔ اخبارات اس کے حوالے سے خبریں جاری

کرنے تھے چنانچہ ”اسعد الاخبار“ اگرہ کے ایک شمارے مورخہ ۱۱ نومبر ۱۸۶۴ء میں ”رئیس الاخبار“ کے حوالے سے ”خبر مذہب جدید“ شائع ہوئی تھی لہ
 ”رئیس الاخبار“ ۱۸۶۴ء اور ۱۸۶۵ء کے ابتدائی مہینوں میں بھی جاری تھا۔ ۴ اپریل ۱۸۶۵ء کے ”اعظم الاخبار“ میں ”رئیس الاخبار“ کا تذکرہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سید عبدالوہاب کی وفات ذوقعدہ ۱۲۷۶ھ ۱۲ م نومبر ۱۸۶۵ء کے بعد ”رئیس الاخبار“ بند ہو گیا۔ ”رئیس الاخبار“ اب نایاب ہے اس کے شمارے اب کسی کتب خانے میں نہیں ملتے۔

تعلیم الاخبار

۱۸۶۵ء سے پیشتر جو اخبارات مدراس سے شائع ہوئے ان میں ”تعلیم الاخبار“ نمایاں حیثیت کا مالک ہے لیکن محققین اس اخبار کے متعلق خاموش ہیں۔ اس اخبار کے حوالے ”اعظم الاخبار“ میں ملتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”تعلیم الاخبار“ کے ایڈیٹر منشی سید حسین تھے اور ان کے اخبار نے تھوڑے ہی دنوں میں کافی مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نوآموز سرداروں کی تعلیم میں اس اخبار کا بھی بڑا حصہ رہا ہے چنانچہ ”اعظم الاخبار“ کی ایک اشاعت (مورخہ ۱۸ مارچ ۱۸۶۵ء) سے معلوم ہوتا ہے :

”مدراس میں بہت سے ہندی اخبار نامی رواج پائے اور آج تک جاری بھی ہیں کسو اخبار نامی سے نوآموز سرداروں کی تعلیم آہستہ نہ ہوئی تھی ”تعلیم الاخبار“ سے — یہ کاغذ اگرچہ تھوڑے ہی دنوں سے یہاں رواج پایا، پر قدردان سرداروں کی قدردانی کی جہت (حیثیت) سے دیکھیں تو قدیم قدیم کاغذوں سے بھی شہرت بڑھ کر ہے یہ فقط ہمارے شفیق قدیم منشی سید حسین صاحب کے حسن اہتمام کی خوبی کا سبب ہے دوسرے کو یہ منہ کہاں۔
 ہاں اب دوسرے منشی صاحب کی شرافت سے اور

اور بھی رونق پڑھے گا۔“

(اعظم الاخبار نمبر ۲۱ جلد ۵ مورخہ ۱۸ مارچ ۱۸۵۲ء)
امتیاز علی عرشی صاحب نے ”تعلیم الاخبار“ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ اخبار ہر دو شنبہ کو منشی
سید حسین کی ادارت میں نکلتا تھا اور اس کا پہلا پرچہ ۲ محرم ۱۲۶۸ھ م ۱۷ نومبر ۱۸۵۱ء
کو شائع ہوا تھا۔

گارسن دتاسی کے مقالے ۱۸۶۷ء کے حوالے سے امداد صابری نے لکھا ہے کہ مدراس
کے ہفتہ وار ”تعلیم الاخبار“ کو نہ بھولنا چاہیے۔ جس کے ۱۸۶۵ء تک کے نمبر میری
نظر سے گزرے ہیں۔

مندرجہ بالا بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ”تعلیم الاخبار“ منشی سید حسین کی ادارت
میں مدراس سے ہر دو شنبہ کو شائع ہوتا تھا۔ ۱۸۶۵ء سے ۱۸۶۵ء تک اس اخبار کی
موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔

”مدراس میں اردو، ہندوستانی اخبار نویسی، اردو صحافت پاکستان و ہند میں“
”تعلیم الاخبار“ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

”تعلیم الاخبار“ اب نایاب ہے اس کے شمارے اب کسی کتب خانے میں نہیں ملتے۔



امیر الاخبار

”امیر الاخبار“ اردو کے قدیم اخبارات میں سے ایک ہے لیکن اس اخبار کے متعلق محققین خاموش ہیں، مولانا امداد صابری، عتیق صدیقی صاحب اور ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی کتابوں میں اس اخبار کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ ”مدرس میں اردو“ میں مولوی نصیر الدین ہاشمی نے اس اخبار کی کوئی تفصیل نہیں دی وہ صرف گارسان و تاسی کے حوالے سے اس اخبار کی اجرائی ۱۸۹۸ بتاتے ہیں۔

”امیر الاخبار“ کے چند شمارے عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری کے شعبہ مخطوطات میں محفوظ ہیں۔ یہ اخبار جلد نمبر تین اور سنہ ۱۲۷۳ ھ م ۱۸۵۶ء کے ہیں۔ جلد تین لکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخبار تین سال پیشتر سے جاری تھا۔ ”امیر الاخبار“ کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس اخبار کا اجراء محرم ۱۲۷۰ ھ م اکتوبر ۱۸۵۳ء کو عمل میں آیا تھا۔ اس طرح گارسان و تاسی اور مولوی نصیر الدین ہاشمی اس اخبار کے سنہ اجراء کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔

”امیر الاخبار“ بارہ صفحات پر شائع ہوتا تھا۔ اس کا سائز ۱۲ x ۷ ہے اور ہر صفحہ پر تین کالم ہیں۔ اس کی کتابت، طباعت اور کاغذ اوسط درجے کا ہے خبروں کی ترتیب میں ایک طرح کا سلیقہ نظر آتا ہے۔ اخبار کے پہلے صفحہ پر جلی عربی اندازہ تحریر میں ”امیر الاخبار“ لکھا جاتا تھا اور اس کے نیچے جلی حروف میں یہ لکھا ہوتا:

”ہفتے میں ایک بار جمعرات کی شام کو اشہار قیمت اس کی ایک

روپیہ ماہوار پیشگی سال تمام آٹھ روپیہ بعد سال تمام اٹھارہ روپیہ

بعد ششماہ آٹھ روپیہ اجرت ڈاک ذمہ خریدار“

پھر ہجری، عیسوی اور فصلی تاریخ درج کی جاتی۔ پہلے صفحہ پر فورٹ سینٹ جارج گزٹ کی خبریں ہوتیں۔ حسب ذیل اطلاع بھی اکثر شائع کی جاتی تھی:

”اطلاع دئے جاتی ہے کہ ”امیر الاخبار“ کے بیچنے میں قصور

ہو تو چھٹی سہ اطلاع دے جا دے والا زبانی کہلا۔ یہیں تو منسلک نہ ہو تو وہ تحریراً اطلاع کریں فقط کاغذ واپس کر دیں تو باقیات نہ دست یاب ہونے کے واپس کیا جائے گا۔ جو صاحب ایک اخبار خرید کے چھوڑ دیں تو زر ہمداری برابر لیا جائے گا۔ بعد میں پینٹنگی سال تمام کے ایک اخبار بھی لے کر موقوف کر دیں تو مبلغ واپس نہ ہوگا۔ جو لوگ دور دراز رہنے والے ہفتہ وار بلاناغہ اخبار تازہ کھڑا اسٹامپ پیڈ بھیجیں تو ان کو یہ اخبار مفت ہی دیا جائے گا۔ جو صاحبان مدارس کے گنڈ سالے کے باہر رہتے ہیں سوائس اخباریں بلیک ڈاک سرکاری روانہ ہوگا۔

دوسرے صفحے پر مدراس کی خبریں دی جاتی تھیں اس کے بعد پیردسی ریاستوں اور ملک کے دوسرے حصوں کی خبریں دی جاتیں بیرون ملک کی خبریں بھی ہوا کرتی تھیں۔ ”امیر الاخبار“ میں جن اخبارات کے حوالے سے خبریں شائع ہوتی تھیں ان میں کرناٹک ٹیلیگراف، بمبئی جرنل اخبار انگریزی، لاہور کرائیکل، بنگلور میرالڈ، طلسم لکھنؤ، مخزن الاخبار لکھنؤ، اشرف الاخبار لکھنؤ، سحر سامری، تعلیم الاخبار، صبح صادق مدراس، تاج الاخبار، جام جمشید، اخبار کراچی، کشف الاخبار، دہلی گزٹ انگریزی، مفرح القلوب کراچی، سلطان الاخبار، اخبار بنگلور، ادھ، گلشن کوئٹہ، اخبار کلکتہ، اخبار انگلش مین کلکتہ، جام جہاں نما، عظیم الاخبار، بمبئی ٹریس اور صادق الاخبار وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ”امیر الاخبار“ کے آخری صفحے بارہ پر اختتام میں یہ عبارت ہوتی تھی:

”یہ کاغذ مطبع خوشیہ میں مختار النساء بیگم کی نگلی میں ۶۲ نمبر کے گھر میں

چھاپا گیا۔ المشہر محمود حسین معہ شریک۔“

محمود حسین ”امیر الاخبار“ کے ایڈیٹر تھے۔ ان کے حالات زندگی پر گنگامی کا پردہ پڑا ہوا ہے ہمارے تذکرہ نویسوں نے ان کے ساتھ بڑی بے اعتنائی برتی ہے۔ ”امیر الاخبار“ کے جو چند شمارے ہمارے نظر سے گزرے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایڈیٹر ”امیر الاخبار“ کو شعرو سخن سے دلچسپی تھی۔ کبھی کبھار شعری تخلیقات اور علمی و ادبی خبریں بھی ان کے اخبار کی زینت بنتی تھیں۔ ۱۸۵۷ء بمبئی کے شمارے میں محمد اعلیٰ علی خان دانش رئیس مراد آباد کی ایک غزل بڑے اہتمام سے شائع ہوئی تھی۔ اس غزل کا مطلع یہ ہے۔

دغا کی تم نے اور ہم نے دعا کی جفاؤں پر بھی آخر تک وفا کی
۲۱ مئی ۱۸۵۷ء کے شمارے میں ”ملک الشعراء خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق مرحوم مغفور“
کی وفات پر مرزا رحیم بیگ رحیم متوطن میرٹھ کا قطعہ تاریخ وفات شائع ہوا ہے مولوی رحیم
بیگ کے متعلق گراں قدر خیالات کا اظہار کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ”نظم و نثر میں شہر میرٹھ
کیا بلکہ ممالک نزدیک و دور میں ان کا کوئی ثانی نہیں“ شعراء اور مصنفین کی وفات پر تفصیلی
نیوز جاری کی جاتی تھی، چنانچہ منشی مرزا عبدالباقی وفاق کی وفات پر ۱۱ دسمبر ۱۸۵۶ء
کے شمارے میں تفصیلی نیوز شائع کی گئی۔ ۲ اکتوبر ۱۸۵۶ء کے شمارے میں مغل شہزادے
مرزا محمد امین الدین صاحب بہادر المعروف بہ مرزا امامی صاحب کے مدراس میں انتقال کر جانے
کی تفصیلی نیوز شائع ہوئی۔

ارکٹ کے آخری حکمران نواب محمد غوث خاں بہادر کی وفات ۶۱۸۵۵ء کے بعد
ان کے ملازمین اور ارباب علم و ادب پر بڑی تباہی آئی۔ ایڈیٹر ”امیر الاخبار“ ان ملازمین کی
تباہی پر آنسو بہاتے اور ارباب اقتدار کو ان کی حالت زار پر متوجہ کرتے تھے۔
نواب محمد غوث خاں بہادر کی وفات کے بعد ان کا سارا سامان ایسٹ انڈیا کمپنی
نے نیلام کر دیا ان کے گھوڑے بھی فروخت کر دیئے گئے تھے ”امیر الاخبار“ نے اس واقعہ
پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا تھا :

”ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ سب گھوڑے اچھے ہیں علی الخصوص
اس میں تین گھوڑے بہت ہی خاصہ ہیں قصہ نواب مرنے کے
وقت سے سب جا جو کہ ۹۵ گھوڑے تھے سوان میں بھی کم ہو کر
۹۱ رہا۔ انہوں میں دو ندیم الدولہ کو اور ایک راجو میاں کو جو
نواب آگے دے چکے تھے مل گیا باقی گھوڑوں میں پانچ محل خاص اؤ
دوا غظم النساء کی سواری کے واسطے اور ان کے یہاں بچید سے کر
باتی کیا سب گھوڑے ہراج کو گئے ہیں ۲۲ ماہ حال کو نیلام مقرر ہے۔“

(امیر الاخبار نمبر ۱۱ جلد ۳ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۶ء)

”امیر الاخبار“ کے جو چند شمارے دستیاب ہوتے ہیں ان میں پہلی جنگ آزادی کے بعض
واقعات پر روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ شمالی ہندوستان میں اُس وقت ہر طرف خوف
ہراس پھیلا ہوا تھا۔

”امیر الاخبار“ مورخہ ۴ جون ۱۸۵۷ء کے شمارے میں مالٹ بی الٹنگ چیف سکریٹری کے حوالے سے یہ خبر جاری ہوئی تھی :

”آگرم سے ۳۱ دین ماہ گذشتہ (۳۱ مئی ۱۸۵۷ء) اور پہلی ماہ

حال (یکم جون ۱۸۵۷ء) کو تار برقی پر جو خبر کہ آئی یہ ہے :

میرٹھ میں سب طرح کا امن و آرام ہے تھا تو اور ضلع جات

کے خزانوں پر کسی کا حملہ نہیں ہوا ہے یہاں سے باغیاں اور شہرہاں

کی جماعت دہلی کو دوڑ جا کہ فساد برپا کی تھی سو چوہرٹ منتشر و بگڑ

ہوئی۔ ہم سب خیریت سے ہیں۔ علی گڑھ اور میرٹھ میں رسل و سائل

کے آمد و شد موقوف تھی سو جاری ہو گئے بعض باشندگان دہلی

سے جو اخبارات پہنچے طمانیت بخش ہیں چونکہ باغیاں پہوٹ پہوٹ

کہ گھروں کی راہ لے رہے ہیں۔ میرٹھ انبالہ دوسرے مقاموں

سے دہلی پر فوجیں چلے جا رہے ہیں۔ علی گڑھ، بکند شہر میں کوئی

فتنہ نہیں۔ علی گڑھ میں تیس چالیس گورے اپنی نوکری بخوبی کر رہے ہیں“

اس اطلاع کے نیچے ”غازی گڑھ“ کی خبر بھی مالٹ بی الٹنگ چیف سکریٹری کے ہی حوالے سے شائع ہوئی ہے اور لکھا ہے :

”میرٹھ کی فوج کی ایک ٹکڑی جو غازی گڑھ کی طرف جا رہی

تھی ۳۰ دین ماہ ۳۰ اگست ۱۸۵۷ء گذشتہ کو راستے میں باغیوں کی جماعت کثیر

کے ساتھ مقابل ہو کر ان کو شکست فاش دی۔ اس مقابلہ میں بہت

سے باغیاں مارے گئے اور اُتھوں کے ساتھ پانچ توپیں تھیں

سودہ فوج انگریزی کے ہاتھ آ گئیں۔ انگریزی جانب کے ۴۵ جون

کام آئے اور زخمی ہوئے۔ باروت خانہ کی آتش زدگی سے اس

میں اکثروں کی تباہی ہوئی۔“

اسی اخبار کے شمارے میں الہ آباد کی خبروں میں ”جام جہاں نما“ کے حوالے سے لکھا ہے :

”ادھر کے خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں بھی خوف و بیم

پیدا ہو گیا ہے اور سپاہ رجمنٹ ششم، خوف و بے محابا سرکشی

اختیار کی ہے بلکہ سرکار سے مستعد مقابلہ ہے اور طرفہ یہ ہے کہ

ساکینس شہر مانند بید لڑاں و رعشہ پر اندام ہیں اور دست بستہ
دھڑر باغیاں سے اندیشناک ہیں۔ سبب اس زیادہ خوف کا یہ ہے
کہ وہاں اور کچھ خاصہ دراز پر افواج انگلستانی بالکل نہیں ہے۔
مادقت ضرورت۔ اعانت احمقوں کے آئے۔ کپتان ہاور صاحب
آبادگی توپ خانہ ماتحت خود سے وہاں کے قلعہ پر مستعد حفاظت
ہیں تاکہ کوئی فتنہ ہو جائے تو باغیوں پر یورش کریں۔

اسی اخبار میں ”مفہم لکھنؤ“ کے تحت ”عظیم الاخبار“ کے حوالے سے مندرجہ ذیل نیز شائع
ہوئی تھی :

”عظیم الاخبار“ خیر دیتا ہے کہ افواہ اڑی تھی کہ سرہنری لارنس صاحب
معہ لیڈی مارے گئے سو سرا سر غلط اور دودوغ ہے صاحب موصوف
اور ایہوں کی میم صاحب زندہ سلامت ہیں چنانچہ بیسویں تاریخ
کو سرہنری لارنس صاحب کے پاس سے ایک خط آیا جس میں یہ
مرقوم تھا کہ شہر لکھنؤ اور اس طرف کے ضلعوں میں سب طرح سے
چین حاصل ہے یقین ہے کہ جس وقت سپہ سالار صاحب بہادر
طرف دہلی جائینگے تو باغیاں بہت عاجز آئینگے۔“

اور اسی اخبار میں ”میرٹھ“ کا تذکرہ بھی ہے اور وہاں کے انگریزی یتیم خانے کی بربادی کا
قصہ بیان کیا گیا ہے :

”دو ہفتوں سے جو کاغذ کہ اطراف و جوانب سے آتے ہیں دنگے
فساد کی خبریں سناتے ہیں خصوصاً میرٹھ کا عجیب حال ہے باغیوں
کا ظلم دسم بدرجہ کمال ہے چنانچہ یہاں تھا سو ایک انگریزی یتیم
لڑکیوں کے مدر سے میں کہہ کر چھوٹے چھوٹے لڑکیوں کو پکڑ کر خوب خود بد
عام کیے ایک کو نہ چھوڑے چالیس پچاس بیمار لڑیوں کا کام تھوڑے وقت میں تمام کیے۔“

(امیر الاخبار نمبر ۳ جلد ۳ مورخہ ۴ جون ۱۸۵۷ء)

۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی کے موقع پر ایسٹ انڈیا کمپنی نے متعدد اوجھلا
کو ضبط کر لیا تھا اور ان کے مالکوں پر مقدمے بھی چلائے تھے چند اخبارات کا تذکرہ ہمیں
”امیر انجنا“ میں بھی ملتا ہے۔ ۱۳ اگست ۱۸۵۷ء کے ”امیر الاخبار“ میں ”

اخبارات کلکتہ کے عنوان سے حسب ذیل خبر جاری کی گئی تھی :

”جناب منشی احمد علی صاحب مہتمم اخبار ”دوربین“ پیشگاہ اجلاس میں حاضر ہوئے بعد دریافت مقدمہ ان ”ناٹ گٹ“ ہو گیا اور بعد اس کے جناب حافظ محمد طاہر صاحب مہتمم ”سلطان الاخبار“ کہ ان کا مقدمہ بھی ہم قالب اسی معاملہ کا تھا بلائے گئے اور بہ سبب بے جرمی رہا ہوئے بالوشام چندر صاحب مہتمم شاپا سودا پرسن کہ ان کا مقدمہ بھی مقدمات سابق کے مطابق تھا ایک بجے سے شام تک زیر دریافت تھا یہ بھی بے قصور ہو کر رہا ہو گئے اور کچھ خبر مہتمم صاحب ”گلشن نو بہار“ وقت ضبطی سے آج تک معلوم نہ ہوئی۔ آئندہ جو حال گذریکا لکھا جائے گا۔“ (جام جہاں سما، کلکتہ)

(امیر الاخبار، نمبر ۲۸ جلد ۳ مورخہ ۱۳ اگست ۱۸۵۷ء)

غرض ”امیر الاخبار“ میں ذلکا، فساد، مار پیٹ اور سماجی نابرابری کے سبب وقوع پذیر ہونے والے واقعات پر مبنی خبریں نمایاں طور پر شائع کی جاتی تھیں۔ جنوری ۱۸۵۷ء میں حیدرآباد دکن میں باندی غلام اور بچوں کی خرید و فروخت پر پابندی لگائی گئی اور خلاف ورزی پر سخت سزا کا اعلان ہوا۔ ”امیر الاخبار“ نے مندرجہ ذیل اطلاع نمایاں طور پر شائع کی تھی:

”حیدرآباد میں باندی غلام نہ بیچنے کے واسطے نائب دیوان کے

طرف سے ان دلوں ایک اشتہار شاید دیا گیا تھا اس کا ترجمہ انگریزی میں صاحب ”انگلشین“ اپنے اخبار داخل کیے تھے سو بھاری نظر سے گزرا ہم اس انگریزی کا ترجمہ بعینہ داخل ذیل کرتے ہیں :

نقد اشتہار : قرآن شریف میں ممانعت خرید و فروخت اطفال آئی ہے اس لیے اطلاع دی جاتی ہے کہ کوئی شخص مسلمان ہو یا ہند کسی اور قوم کے بچوں کو نہ بیچے اگر آئندہ کوئی اس حکم کے خلاف بچوں کو بیچے گا یا ان کو مول لے گا تو دلوں کو سرکار سے معقول سزا دی جائے گی۔“

مہر نائب دیوان

مرقوم دوم ربیع الآخر ۱۲۷۳ھ

(امیر الاخبار نمبر ۲۱ جلد ۳ مورخہ ۲۲ جنوری ۱۸۵۷ء)

غرض ”امیر الاخبار“ نے اپنے معاصر جرائد کی طرح اُردو زبان اور عام بول چال میں عوام اور خواص کے شعور کو بنانے اور قومی دلی جذبات کو اُبھانے میں گہرا قدم رکھا تھا۔ اُردو صحافت کی تاریخ میں ایسے اخبار کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

قاصد الاخبار

”تاریخ صحافت اُردو“ میں امداد صابری نے ”قاصد الاخبار“ کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ اخبار ۱۲۷۱ھ م ۱۸۵۴ء میں مدراس سے جاری ہوا۔ ”خطبات گارسان وتاسی“ کے مطالعہ سے بھی اس سے زیادہ معلومات فراہم نہیں ہوتیں اس لیے زیادہ تفصیلات کا پتہ نہیں چلتا۔ اب یہ اخبار مدراس یا حیدرآباد کے کسی کتب خانہ میں موجود نہیں ہے۔

مرآۃ الاخبار

امداد صابری نے ”تاریخ صحافت اُردو“ میں ”مرآۃ الاخبار“ کا ذکر کیا ہے ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخبار ۱۲۷۱ھ م ۱۸۵۴ء میں مدراس سے شائع ہوا تھا۔ ”خطبات و مقالات گارسان وتاسی“ اور ”مدراس میں اُردو“ کے مطالعے سے بھی اس سے زیادہ معلومات فراہم نہیں ہوئیں۔ ہندوستانی اخبار نویسی دیکھنی کے عہد میں ۱۸۲۲ء اور ”صحافت پاکستان و ہند میں“ ”مرآۃ الاخبار“ کے ذکر سے خالی ہیں۔ ”ہندوستانی اخبار نویسی“ میں راجہ رام موہن رائے کے فارسی ”مرآۃ الاخبار“ کا ذکر ہے جو ۲۰ اپریل ۱۸۲۲ء میں کلکتہ سے شائع ہونا شروع ہوا تھا۔ محققین کی نظر میں یہ اخبار ہندوستان میں فارسی کا پہلا مطبوعہ اخبار ہے۔ فارسی ”مرآۃ الاخبار“ عوام میں مقبول تھا اور کابل، تہران و سمرقند و بخارا تک جاتا تھا۔ لیکن مدراس کے اُردو ”مرآۃ الاخبار“ کے شمارے نایاب ہیں اب کسی کتب خانے میں نہیں ملتے۔



منظر الاخبار

جنوبی ہند کے قدیم اردو اخبارات میں ”منظر الاخبار“ بھی قابل ذکر ہے۔ اس اخبار کا ۱۲۷۲ھ م ۱۸۵۶ء میں آغاز ہوا۔ اس کے ایڈیٹر مدراس کے ممتاز شاعر محمد خواجہ بادشاہ عہد تھے۔ کارسان و تاسی نے اپنے خطبات میں ”منظر الاخبار“ کا ذکر کیا ہے وہ لکھتا ہے:

”منظر الاخبار مدراس سے ہر دسویں دن نکلتا ہے اس کے مدیر عہد
ہیں جو اپنی شاعری کی وجہ سے شہرت رکھتے ہیں۔ یہ اخبار بہت عرصہ
سے جاری ہے اور بارہ صفحات پر مشتمل ہوتا ہے اکثر اوقات ہر

اشاعت کے ساتھ ایک ضمیمہ بھی ہوتا ہے۔“ (خطبات کارسان و تاسی ص ۵۹)

”منظر الاخبار“ کا دفتر محلہ ترملکھٹری عقب مسجد والا شاہی میں تھا۔ ابتداً اخبار چھپنے میں
تین بار شائع ہوتا تھا چنانچہ ابتدائی شماروں میں یہ قطعہ پہلے صفحے پر درج ہوتا تھا۔

نام اس کا ہے منظر الاخبار	ہر خبر کا ظہور ہے اس سے
ہے یہ منظور مردم امصار	دیکھئے چشم غور سے اس کو
اس کا ہی شہر ہے بہ شہر دیار	خوبی اس کی بیان سے باہر ہے
ہے یہ مانند ماہ پر انوار	مشتربوں کی مہربانی سے
رنگ گلشن ہے یہ بہ نقش و فنکار	بلیں دل دانا نہ ہو کس رنگ
ہر چہنہ میں نکلے کاسہ بار	بار پائین کا ہر مقام میں یہ
ہے یہ اخبار کیا ہی گوہر بار	خوش دریا ئے سعی عہد سے

پھر ساتھ ہی نثر میں بھی یہ عبارت لکھی جاتی تھی :

”یہ اخبار لطافت بار سراپا اعتبار دس روز کو ایک بار چھپ کر
شائع ہوگا قیمت اس کی اہالیان اندرونی شہر سے ماہ وار صرف
ایک روپیہ لی جائے گی لیکن صاحبان اضلاع و امصار مع

محصول ڈاک بطریق پیشگی سالانہ گیارہ روپے چار آنے دینا پڑے گا اور ششماہی چھ روپے، مابعد سال بائیس روپے آٹھ آنے، چھ ماہ وار جگن علیشان و سرداران انگریزی سے ماہ وار معہ پوسٹیج دو روپے ملین آنے پیشگی، سالانہ بائیس روپے آٹھ آنے بعد سال تمام پینتالیس روپے جو صاحب کہ ایک اخبار بھی خرید کر کے موقوف فرمادینگے ان سے پوری ماہ واری لیں گے۔ مراسلہ نگار صاحب فقط خرچ ڈاک خط و اخبار اپنے ذمے رکھیں۔ اخبار بلا قیمت ان کی خدمت میں روانہ ہو گا اجرت مطلب خاص فی سطر چار آنے۔ مضمون مفید عام مفت چھاپ دیں گے۔

”منظر الاخبار“ پھر ہفت روزہ ہو گیا۔ ڈاکٹر عبدالحی مرحوم پرنسپل محمدن کالج مدراس اپنے مضمون ”ایسوسی ایشن صدی میں مدراس کے اردو اخبار“ میں لکھتے ہیں:

”دعاسی نے اس اخبار کا ذکر کیا ہے اور اس کو عشرہ دار کہا ہے لیکن میرے پاس جو نمبر ۱۸۵۹ء کے موجود ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہفتہ وار اخبار تھا بہت ممکن ہے کہ ابتدائے اشاعت میں یہ اخبار عشرہ دار رہا ہو۔“

عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری اور کتب خانہ محمدی مدراس میں ”منظر الاخبار“ کے متعدد شمارے موجود ہیں۔ راقم الحروف کے پاس بھی ”منظر الاخبار“ کا جون ۱۸۶۳ء کا ایک شمارہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے یہ اخبار ہر جمعہ کو شائع ہوتا تھا اس اخبار کا سائز ۲۲ x ۲۹ سنی ہے اخبار پیلے رنگ میں طبع ہوا ہے۔ سرورق پر چلی خط میں ”منظر الاخبار“ لکھا ہے اور نام کے اطراف کھل بوٹے بنے ہوئے ہیں پھر اخبار کا نمبر ۳۲ جلد ۷ تاریخ ذی الحجہ ۱۲۷۹ھ جون ۱۸۶۳ء ۱۲۷۲ فصلی درج ہے پھر انگریزی میں بھی اخبار کا نام لکھا ہے پھر ایک مدھیہ غزل ہے جن کا مطلع ہے

ضیائے دیدہ بنیاد منظر الاخبار
مفید مردم ہر جا ہے منظر الاخبار
اس غزل کے بعد ایک محقر سی نظم ”اطلاع در مشنوی“ کے عنوان سے دی گئی ہے جس میں تاریخ اشاعت، چندے اور اشتہار کی تفصیلات دی گئی ہیں جو ذیل میں درج ہے

قلم اب مضامین رنگین رقم کر
خیال معانی تو یک قلم کر

تیری قید تحریر میں ہیں مطالب
یہ اخبار نامہ جو ہے خوب و زیبا
بہت گاہاں شنبہ یکشنبہ دو روزہ
دم صبح دو شنبہ از کار خانہ
بلا غدر بھجوا دے ہر صاحب زر
اگر پیشگی سال کی ہو دے در پیش
کسی پر گزر جائے گر سال پورا
گلر عرض یہ ہے کہ از راہ شفقت
اگر پیشگی سال کی ہو عنایت
ہو گر سال پورا تو از رو احسان
جو ہر ہفتہ رو داد لکھا کریں گے
تھکر ڈاک کی ان کی جانب ہو اجرت
جو کوئی چھاپنے بھیجے نظم و عبارت
یہی مدعی مستہر کا ہے ہر آن

لکھا کر وہی بات جو ہے مناسب
سدا روز آدینہ مطبوع ہوگا
تال نہیں اس میں لے ہر افرود
ہر یک شہر کو ڈاک پر ہو روانہ
جو ما ہوار ایک روپیہ ہے مقرر
روانہ کریں نو روپیہ بے کم دیش
نہ لیویں روپے پندرہ سے کم اصل
عنایت کریں دو روپے اہل دقت
اٹھارہ روپے پر کریں ہم کفایت
روپے تیس کرنا عنایت اسی ان
ہم ان کو چپ اخبار بھیجا کرینگے
یہ آئین جاری رکھیں اہل خبریت
تو فی سطر چار آنے پہنچا دے اجر
رہیں ناظرین شاد و خور سند فزا

”منظر الاخبار“ ابتداءً دس صفحات پر شائع ہوتا تھا پھر اگست ۱۸۵۸ء سے بارہ صفحات پر شائع ہونے لگا چنانچہ ۱۸۵۸ء کے ”منظر الاخبار“ میں ایک اشتہار شائع ہوا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”بہ سبب قدر دانی“ غزہ ماہ اگست ۱۸۵۸ء سے اخبار میں چار صفحات کا اضافہ ہو کہ جملہ بارہ صفحات پر اخبار شائع ہونے لگا تھا۔ اور اس کا چند ایک روپیہ ماہوار تھا۔

”منظر الاخبار“ میں خبریں اکثر دہلی گزٹ، بنگلور ہیرالڈ، انڈین ڈیلی نیوز، پائیر، مدراس ٹائمز، کے علاوہ جلوہ طور، اخبار الاخبار، آفتاب عالم تاب اور اخبار انجمن ہند وغیرہ کے حوالوں سے شائع ہوتی تھیں۔ خبریں ہندوستان کے مختلف شہروں کے علاوہ، اشیاء، آفریقہ، یورپ اور امریکہ کے مختلف شہروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ خبروں کے علاوہ اکثر اوقات مختلف مضامین، شادی بیاہ اور دوسرے سماجی و معاشی رسومات پر تبصرے اور شعراء کا کلام شائع ہوتا رہتا تھا۔ ہمارے پیش نظر اس وقت ”منظر الاخبار“ کا شمارہ نمبر ۱۰۵۹۶۱۸۶ء موجود ہے اس میں مرزا غالب کی ایک غزل شائع ہوئی ہے۔ جس کا

مطلع ہے اے
تدوگیسویں قیس وکوہسن کی آزمائش ہے جہاں ہم ہیں وہاں دارورسن کی آزمائش ہے
مرزا غالب کے علاوہ مختلف مقامی شعراء کا کلام بھی ”منظر الاخبار“ کی زینت بننا تھا خود
عبرت شاعر تھے ان کی غزلیں بھی اکثر شائع ہوتی رہتی تھیں ان کی ایک غزل کے چند شعر
ملاحظہ ہوں یہ غزل ”منظر الاخبار“ نمبر ۲۲ جلد ۱۳، مورخہ ۳۱ اگست ۱۸۹۹ء میں شائع
ہوئی تھی۔

مضطرب کر دیا اس دل کا بُرا ہو یا رب چین سے کنج لحد میں بھی نہ سویا میں نے
آشنائی میں کسی بحر حیا کے عبرت آبرو جباتی رہی نام ڈبویا میں نے
”منظر الاخبار“ کی نثر میں بھی رنگینی کی جھلک نظر آتی ہے یہ عبرت کے شاعرانہ ذوق و شوق
کا نتیجہ ہے۔ جبارتوں میں فارسی اور عربی ترکیبوں کی کثرت ہے۔ ذیل میں ان کی نثر کے
ایک دو نمونے پیش ہیں، عبرت گرمی کی شدت، بارش کی کمی اور گرانی اجناس کی شکر
کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”گرم روی تو سن گرما ہنوز جائیگیر ہے۔ حدت حرارت
سے تنگ حالت برنادر پیر ہے آفتاب تاباں کی ناچہربانی سے
بے تابانی نصیب حال ہے بنبھلنا محال ہے۔ اساک بارش
کا شکوہ زباں زدا نام ہے نام خدا تباہ ہر خاص عام ہے
اگرچہ گرانی اجناس عوام الناس کے حق میں کم از مرگ نہیں
ہے مگر افواہ رحمت سرکار عظیم الاقدار جان بخش ہر کہیں ہے
خدا کرے کہ مدعاے ہر گرم کردہ مقصود برآدے، یہ دُعا
یکدم سرمایہ اجابت پادے آئیں۔

(منظر الاخبار، نمبر ۳۲ جلد ۷ جون ۱۸۹۳ء)

اسی اخبار میں مدراس کے ایک گج رنگناد شاستری کے فرزند جہار جہ مندر شاستری کی
شادی کے جشن کی تفصیل ملاحظہ ہو، مشرقی آداب کے ساتھ منعقد ہونے والی اس
خوشگوار تقریب میں ہندو مسلم دونوں شریک تھے:

”لطف انگیز تحریر ہے نہ اکت خیز تقریر ہے خوشی کا سرمایہ ہمدست

ہوا ہے گلشن خرمی میں گل تازہ کھلا ہے چنانچہ کل کار روز یعنی ۱۲ اویں

تاریخ جون (۱۸۶۳ء) روز یکشنبہ وقت شب ٹانڈیا ریٹھ میں گرامی
 ورجیت سامی منزلت معدلت گستر عنایت مصدر جباب رنگنا داسری
 صاحب چھوٹے کورٹ کے جڈج (جج) نے اپنے فرزند ارجمند ہاراجہ
 سندرا شاستری کا جشن کنڈائی منعقد فرمایا تھا بہت ہی بہت آراستہ
 دپیراستہ محفل ہفتی رقص و طرب کا تھا ٹھہ ہوا تھا اچھے اچھے معزین و
 امراء اہل اسلام وغیرہ تشریف لائے تھے رونج بخش ہوئے تھے نرم
 بالکل قابل دیدہ تھی، مسرت مزید تھی عطر، پھول، پان کی تقسیم نہایت
 آن بان سے ہوئی، دعوتی صاحبوں نے معائنہ مجلس سے لطف تازہ
 اٹھایا، سرمایہ سرور بے اندازہ ہاتھ آیا، غرض یہ جشن کنڈائی مرحوم
 الیہ کو مبارک و سازوار ہوئے، ذات سامی بایں حسن اخلاق و
 قدر دانی یادگار زمانہ ہے اس سے زیادہ رتبہ اعلیٰ کو پہنچے، ہر بانی
 والا مثل ہر تاباں فلک ترقی پر چمکے کو اکب شان و تزک ہمیشہ
 درخشاں ہووے

ایں مراتب کہ دیدہ جزوی ست کار کی ہونہ در قدر است

(مظہر الاخبار نمبر ۳ جلد ۷، جون ۱۸۶۳ء)

انیسویں صدی کا زمانہ ہندوستان کی تاریخ کا بڑا آشوب زمانہ تھا۔ ایک طرف سماجی
 انگریزوں کا غلبہ اودان کا اقتدار دن بہ دن بڑھ رہا تھا تو دوسری طرف مسلمان سیاسی اور
 معاشی زوال و انحطاط کا نشانہ بن چکے تھے ان میں اخلاقی پستی اور بے راہ روی عام تھی۔
 جنوبی ہند کے مسلمانوں کی مذہبی اور اخلاقی حالت انتہائی زبوں تھی۔ فکر و عمل، اخلاق و عادات
 کردار و اطوار سب پر انحطاطی رنگ چھایا ہوا تھا۔ اخلاقی قدر و دل کی گرفت ڈھیلی پڑھ رہی
 تھی اور سماجی نظام کا سارا ڈھانچہ بگڑ رہا تھا ان حالات میں سید احمد بریلوی نے تبلیغ و
 اصلاح کا کام شروع کیا اور اپنی جانب سے متعدد حضرات کو ہندوستان کے مختلف
 مقامات پر تبلیغ و ارشاد کے لیے روانہ کیا۔ ان کی دہائی تحریک کو قابل لحاظ کامیابیاں
 حاصل ہو رہی تھیں لیکن ۱۸۶۱ء میں سید احمد بریلوی شہید ہو گئے جس سے ان کی تحریک
 کو کافی نقصان پہنچا لیکن ان کی شہادت کے بعد بھی ان کے خلفاء نے تحریک جاری رکھی۔
 ایسٹ انڈیا کمپنی دہائی تحریک کے خلاف تھی۔ کمپنی نے اس تحریک کو کچلنے کے لیے کوئی کسر نہ

اٹھا رکھی۔ ۱۸۴۱ء سے ۱۸۷۱ء تک گرفتاریوں کا سلسلہ جاری رہا۔ سینکڑوں بے گناہوں کو خلافت قانون جیلوں میں ڈال دیا گیا اور ان پر بے پناہ مظالم کیے گئے۔ ”منظر الاخبار“ مورخہ ۳۱ جولائی ۱۸۶۹ء میں ”دہائیوں کی گرفتاری“ کی سرخی کے ساتھ ایک اطلاع شائع ہوئی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کلکتہ و بنگال میں دہائیوں کی گرفتاری جاری تھی۔ حیدر آباد مدرسہ اور کشمیر میں دہائیوں کی تحریک زور پکڑ رہی تھی۔ اب تفصیل ملاحظہ ہو :

”مخفی نہ ہو کہ کلکتہ کے دہائیاں ایک کے بعد ایک گرفتار ہو رہے ہیں گورنمنٹ کو اس بات کی اُمید ہے کہ اگر بہت سے جاسوس رکھا جائیں تو دہائیوں کی گرفتاری میں بخوبی کامیابی ہوگی۔ دہائیوں کو گرفتار کیے ہیں سو صاحب کا نام کیپٹن برچ صاحب ہے یہ صاحب کلکتہ پولیس کے ڈپٹی کمشنر ہیں انھوں نے دہائیوں کی گرفتاری میں بڑی جستجو و عنق ریزی کی ہے۔ دیکھا چاہیے کہ سرکار دہائیوں سے کیا سلوک کرتی ہے۔ مسوع ہوتا ہے کہ حیدر آباد اور کشمیر میں بھی دہائیاں فتور کرتے ہیں۔ بنگالے کے لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر نے دہائیوں کے تانے مکد و فتور سے خوف و اندیشناک ہو کر انھیں گرفتار کرنے کے لیے متعدد دارنٹ جاری کیے ہیں ہمارے چند ہم عصر مخبرین نے یہ تجویز کی ہے کہ مدراس کے قلمرو میں بھی دہائیوں کے فتور نے اندر و وجود پکڑا نظر میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ چند روز کے آگے دیلور میں ہوری سو بے اصل ہل چل کے لحاظ کرتے مذکور مخبرین نے یہ بات لکھی ہے بہر حال اگر قلمرو مدراس میں بھی جاسوس اور ہرکارے مذکور کام کے لیے رکھے جائیں تو دہائیوں کے قفسے کی کمانیغی معلوم ہوگی۔ راقم ”منظر الاخبار“ کی یہ ڈٹے ہے کہ جو صاحبان بے سبب دیلور میں شور و شر مچائے سو انھیں کو ہرکاروں کے خدمت پر مامور کریں تو وہ دہائیوں کے مکد و فتور کا سراغ اچھی طرح لگائیں گے۔“

(منظر الاخبار، نمبر ۲، جلد ۱۴، مورخہ ۳۱ جولائی ۱۸۶۹ء)

”منظر الاخبار“ کے ایڈیٹر خواجہ بادشاہ عہد ۲۲ مئی ۱۸۷۲ء کو انتقال ہوا۔

”اخبار عالم“ نے آپ کی موت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انسان کی زندگی پانی کے ٹیلے کی طرح ہے جو سمندر کی سطح پر تھوڑی دیر کے لیے نمودار ہوتا ہے اور پھر لہجوں میں ختم ہو جاتا ہے۔ (تاریخ صحافت اردو جلد اول دوسرا ایڈیشن)

”منظر الاخبار“ عبرت کی وفات کے بعد بھی جاری رہا چنانچہ مولانا امداد صابری لکھتے ہیں کہ یہ اخبار ۱۸۷۶ء میں بھی نکل رہا تھا۔

صبح صادق

جنوبی ہند کے قدیم اخبارات میں ”صبح صادق“ بھی تھا لیکن ہندوستانی اخبار نویس (عقیدہ صدیقی) اور صحافت پاکستان و ہند میں (ڈاکٹر عبدالسلام خورشید) اس اخبار کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ ”مدراس میں اردو“ اور ”تاریخ صحافت اردو (جلد دوم) میں اس اخبار کا مختصر تذکرہ ہے لیکن مولوی نصیر الدین ہاشمی اور مولانا امداد صابری دونوں اس اخبار کی تاریخ اشاعت کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔

کارسان وٹاسی نے اپنے ”خطبات“ میں اس اخبار کا دو جگہ تذکرہ کیا ہے اپنے پندرہویں خطبہ مورخہ ۳۴ دسمبر ۱۸۶۵ء میں اس نے اس اخبار کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا یہاں نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا :

”مدراس سے اردو اخبار ”صبح صادق“ برابر شائع ہو رہا ہے یہ ہفتہ وار ہے اور ہر سہ مشنہ کو شائع ہوتا ہے یہ بڑی قطع پر ہوتا ہے اور ہر صفحے پر دو کالم ہوتے ہیں اس کے مدیر عبدالرحمن شقاق ہیں۔ اس کی متعدد اشاعتیں میری نظر سے گزری ہیں ان میں سے ایک مسین ہندوؤں کی غیر اخلاقی اور وحشیانہ رسوم پر تنقید ہے، ان رسموں میں سے ایک ”چوک پڑھا“ ہے، جس طرح سستی کی رسم کو خلاف قانون قرار دیا گیا ہے اسی طرح اس کو بھی خلاف قانون قرار دینا چاہیئے اس مضمون میں بعض ہندو فقیروں اور مالابار کی برہمنہ عورتوں کے حالات درج ہیں اس رسم کو شاستروں کی تعلیم کے خلاف بتایا گیا ہے۔ ہندو عورتوں کو اگر بالکل نو عمری میں بیاہ نہ دیا جائے تو عمر بھر وہ بی بربادی رہتی ہیں اور ان کو دیوتاؤں کے نذر کر دیا جاتا ہے یہ سب غور تیں

فخس میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ اس اخبار میں سنیوں کا ایک مضمون نظر سے گزرا یہ اچھا فائدہ لیتے ہیں یہ مضمون امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی شہادت کے متعلق تھا۔ اس کے علاوہ غالب کی ایک غزل اس میں درج تھی جس کی ردیف ”یا دُن ہے۔“ تدبیر نے مسٹر پامر کے ان مضامین پر تبصرہ لکھا ہے جو موصوف نے ”آودھ اخبار“ اور ”اخبار عالم“ کے لیے لکھے تھے۔ تبصرے میں مسٹر پامر کے طرز انشاء کی تعریف کی گئی ہے اور اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ کیا اچھا ہو اگر گورنمنٹ ایسے یورینوں کو بدر اس کے سررشتہ تعلیم میں اعلیٰ خدمات پر مقرر کرے تاکہ ان سے نفع حاصل کیا جاسکے۔ ایسے اشخاص کا اثر مدارس پر بہت مفید ہوگا اس لیے کہ وہ ہندوستانی عربی اور فارسی سے بھی واقفیت رکھتے ہیں۔“

کمار سان دتاسی نے اپنے سولہویں خطبہ مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۸۹۶ء میں اسی اخبار کی پھر مزید صراحت کی ہے وہ لکھتا ہے :

”پچھلے سال میں نے آپ صاحبوں کے سامنے مدراس کے ایک اخبار ”صبح صادق“ کا ذکر کیا تھا اس وقت میرے پیش نظر آخر ۱۸۹۵ء کی چند اشاعتیں ہیں جو مجھے پانڈی چری کے مددگار کسٹمر سوسائٹی (E.S.I.C.E) نے بھیجی تھیں یہ اخبار جہنم میں تین بار شائع ہوتا ہے اور بارہ صفحات پر مشتمل ہوتا ہے کبھی اس کے ساتھ ایک ضمیمہ بھی ہوتا ہے جس میں ادبی مضامین بھی ہوتے ہیں اس کی چھپائی عمدہ قسم کی ہے سرورق پر جہاں اخبار کا نام ہوتا ہے اس کے چاروں طرف سرخ رنگ کے تیل بوٹے بنے ہوتے ہیں ان گل بوٹوں کے اندر چار اشعار لکھے ہوتے ہیں جن میں اس اخبار کی نوعیت اور مقصد کو بتایا گیا ہے“

”صبح صادق“ کے چند کرم خورہ شمارے عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری حیدرآباد دکن کے شعبہ مخطوطات میں محفوظ ہیں اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اخبار کا اجراء ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۴ء میں عمل میں آیا تھا چنانچہ اس اخبار کی چوتھی جلد کا آغاز ۱۳ محرم ۱۲۷۵ھ ۱۳ اگست ۱۸۵۸ء یہ روز جمعہ ہوا تھا۔ ۱۸۵۸ء کے شماروں سے پتہ

چلتا ہے کہ یہ اخبار ہفتہ میں دو بار دوشنبہ اور جمعہ کو شائع ہو رہا تھا۔ کارسان داسی کی نظر سے اس اخبار کے جو شمارے گزرے وہ بہت بعد کے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخبار ابتداء ہفتہ میں دو بار شائع ہو رہا تھا پھر ہفتہ وار ہو گیا اور ہر سہ شنبہ کو شائع ہونے لگا۔ ۱۸۵۸ء میں اس اخبار کی قیمت ایک روپیہ ماہوار تھی پیشگی سال تمام کا چنڈہ نو روپیہ اور ششماہی چنڈہ پانچ روپیہ تھا سال تمام کا چنڈہ پندرہ روپے دینے پر اخبار بہ ذریعہ ڈاک روانہ کیا جاتا تھا۔

”صبح صادق“ کے سرورق پر جہاں اخبار کا نام ہوتا ہے چاروں طرف خوشنما بیل بوٹے بنے ہوئے تھے ان گل بوٹوں کے اندر حب ذیل اشعار لکھے جاتے تھے۔

صبح صادق کا ہر ایک صفحہ ہے رشکِ آفتاب
کیوں نہ خطر پر ہوئی کا خط شعاعی کو حجاب
لطف سے خالی کوئی مضمون نہیں ہے اس میں درج
کیوں نہ اس کو دوست رکھیں گے بدل ہر شیخ و ثواب
آمد آمد صبح صادق کی ہوئی جو چار سمت
مارے حیرت کے ہوا مرآت اسکندر خراب

صبح صادق شہر بدراس کے محلہ ترہلکھڑی جام بازار اسٹریٹ یلین مکان نمبر ۴۱ سے شائع ہوا اور ”مطبوع رحمانی“ میں چھپا کرتا تھا۔ ”میر ضیاء الدین معہ ستر کا“ اس اخبار کے مالک یا مشیر اور سید محمد عبدالرحمن (سقاف) اخبار کے مہتمم تھے۔

”صبح صادق“ کے جو چند شمارے دستیاب ہوئے ہیں ان میں پہلی جنگ آزادی کے بعض واقعات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ ۱۲ اگست ۱۸۵۸ء کے ”صبح صادق“ کے پہلے صفحہ پر ”واقعات ملال انگز کا پنور“ کے عنوان کے تحت یہ نیدز جاری ہوئی تھی۔

”کانپور میں قتل اہل فرنگ کا ایک سانحہ دل سوز گز رہے کہ جس کی باعث سے ہند کے نام کو داغ لگا اور خصوصاً سپاہ کا نام دنیا کی نظر میں حقیر ہو گیا۔ جہاں میں بہت سے ظالم اور سنگدل گز رہے ہیں لیکن کسی نے غریب مسکین عورتوں اور بے چارے شیرخوار متصوموں کے قتل کا عذاب اپنی گردن پر نہیں لیا حتیٰ کے بعض

ایسی مثالیں ہیں کہ جنگل کے درندوں نے معصوموں کی پرورش کی ہے لیکن انٹوس کانپور میں سپاہی کے بچہ سے ایک بھی فرنگی بچہ جیتا نہ بچا۔ مری صاحب کی میم جو کہ محاصرہ کانپور میں موجود تھی اور جس نے قتل کا ماجرا سب آنکھوں سے دیکھا اور قدرت حق سے درندگان کانپور کے باغیوں سے نجات پائی۔ خاص ادن کے قول کا ترجمہ ”اخبار سلطنت ہند“ سے کیا گیا ہے۔ چوٹھی اور پانچویں تاریخ جون ۱۸۵۷ء کو کل فوج کانپور نے بغاوت اختیار کی اور نواب گنج میں جا کر خزانہ کو لوٹا اور جملہ اسباب جنگ پر قبضہ کیا ۶/ تاریخ کو تمام عیسائیوں کو حکم مورچہ گاہ میں جا کر رہنے کا ہوا یہ کوئی لڑائی کی جگہ نہ تھی ایک گورے کی پلٹن کا ہسپتال تھا جس میں سب انگریز اہل سیف اور اہل قلم و اہل پیشہ و تجارت و محروم پیشینداروں نے اپنے اپنے گھر چھوڑ کے پناہ لی۔ ساتویں جون سے باغیوں نے مورچہ گاہ پر توپیں مارنا شروع کیں اور میگنیزین سے ۲۴ پنی توپیں لاکر اور چاروں طرف انگریزی پناہ گاہ کے مورچے لگا کر گولوں کی بارش کرنی شروع کی اور غبارے بھی میگنیزین سے لے آئے تھے لیکن چونکہ ادن کے گولوں میں صرف بارود بھری ہوئی تھی اس واسطے کچھ ضرر نہیں پہنچا، اول تین یا چار روز وہ برابر توپیں مارتے رہے لیکن بعد اس کے اوقات ہمیں پرگو لے مارا کرتے تھے تمام آدمی انگریزی مورچہ گاہ میں خوف کے مارے نیم جان تھے خواصاً عورتیں۔ لیکن تین چار دن کے بعد جب کہ اس طور پر زندگی بسر کرنے کی عادت ہو گئی تو توپوں کی آواز کا کچھ خیال بھی نہیں آتا تھا (کرم خوردگی کی وجہ سے اس کے بعد کی سطریں پڑھی نہیں جاتیں)

(صبح صادق نمبر ۳ جلد ۴ مورخہ ۲۷ اگست ۱۸۵۸ء روز دوشنبہ)

پیشمر ۱۸۵۸ء کے ”صبح صادق“ میں ”آفتاب عالم تاب“ کے حوالے اور ”خبر دہلی“ کے عنوان سے رئیس لوہارو نواب امین احمد خان بہادر کی حسب ذیل نیوز جاری کی گئی تھی:

”ایک شفیق کی تحریر سے معلوم ہوا کہ ۱۲ اگست سنہ حال وقت
سہ پہر کے جناب سائڈرس صاحب بہادر کشنر دہلی نے نواب
امین احمد خان صاحب بہادر رئیس لوہارو کو جن کا مقدمہ زیر تھوڑی
تھا طلب فرمایا اور بحکم حکام بلند مقام گورنمنٹ آئرلینڈ یہ حکم
سنایا کہ تم کو رخصت سرکار دولت مدار سے عطا ہوئی اور
بوجہ خیراندیشی و خدمت گزاری کے جو تم سے بیگام مفسدہ میں پیش
پرگنہ لوہارو متصل حصار جو قدیم سے اون کی جاگیر تھی غنایت اور
فیاضی اپنی سے اوسکو بحال و برقرار فرمائے“

(صبح صادق نمبر ۸ جلد ۴ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۸۵۸ء دو شنبہ)

۱۸۵۸ء کی عید الضحیٰ کا تذکرہ ملاحظہ ہو :

”بہ روز پنجشنبہ عید الضحیٰ ہوئی حسب عادت قدیم اہل اسلام
مسجد والا جاہی میں تا فراغت خطبہ خوانی فراہم ہوئے تھے پھر
سب اپنے مکانات کو خوش خوش رخصت ہوئے کہتے ہیں کہ
اس عید میں بہ نسبت عید الفطر بڑا مجمع اہل اسلام کا ہوا۔ سال
گذشتہ جانب پولیس سے بڑا ہتھام احتیاطاً ہوا تھا اب کے
بھی گواہتھام تھا مگر اس رنگ کا نہیں“

پھر آگے پرنس آف ارکاٹ نواب عظیم جاہ کی چھوٹی صاحبزادی کی شادی کا تذکرہ
ہے لکھا ہے :

”اسی روز نواب عظیم جاہ بہادر کی چھوٹی صاحبزادی کی شادی
شروع ہوئی چنانچہ نوسشاہ کے ہاں رسم چتر ہوئی، شب کو شب
گشت ہوا آج جلوہ ہے یہ شادی چنداں تکلف سے نہیں ہوتی۔“

(صبح صادق نمبر ۵ جلد ۲ مورخہ ۲۶ جولائی ۱۸۵۸ء)

غرض صبح صادق کے ان چند شماروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس اخبار نے بھی اردو زبان
اور عام بول چال میں عوام اور خواص کے شعور کو بنانے میں بڑا حصہ لیا تھا۔ کارسان و تاسی
نے بھی اہل ہند کی بعض غیر اخلاقی اور وحشیانہ رسوم پر ”صبح صادق“ کی تنقیدوں کا
بطور خاص تذکرہ کیا ہے اور اس اخبار کے ادبی مضامین اور عمدہ چھپائی کی تعریف کی ہے۔

طسّم حیرت مدراس پنچ

”طسّم حیرت مدراس پنچ“ جنوبی ہند کا ایک مشہور ظریف اخبار تھا اور سارے ہندوستان میں اپنی صاف اور شستہ اردو کی وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

مولوی نصیر الدین ہاشمی نے اس اخبار کی اجرائی ۱۸۹۸ء مولانا امداد صابری اور مولانا محمد اشرف مولف اختر شہنشاہی نے ۱۸۵۹ء بتائی ہے۔ ڈاکٹر عبدالحق کا خیال ہے کہ اس اخبار کی اجرائی ۱۸۵۰ء میں ہوئی لیکن میرے پاس اس اخبار کے جو اجزاء ہیں وہ ۱۸۹۷ء اور ۱۸۹۹ء کے ہیں اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ (۲۳) دیں اور (۴۵) دیں جلد کے اجزاء ہیں عام طریقہ کے مطابق ہر سال کی ایک جلد قرارداد دی جائے تو تاریخ اجراء ۱۸۵۴ء ہوگی لیکن کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس میں اس اخبار کی (۲۳) دیں جلد محفوظ ہے جو ۱۵ فروری ۱۸۸۰ء کو شائع ہوئی تھی اس لحاظ سے اس کی اجرائی ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۷ء قرار پاتی ہے پھر بھی اس اخبار کی سنہ اجرائی کا قطعی فیصلہ شکل ہے

”طسّم حیرت مدراس پنچ“ مدراس کے مشہور اور ممتاز شاعر شاہ محمد صادق حسین چشتی شریف کی سرپرستی اور محمد جعفر حسینی حریف کے زیر اہتمام مطبع شرقیہ طسّم حیرت میں طبع ہو کر ترملکیری متصل کلان مسجد والا جاہی مونٹ روڈ مدراس سے شائع ہوتا تھا یہ ایک عشرہ دار اخبار تھا اور ہر انگریزی ماہ کی (۵)، (۱۵)، اور (۲۵) تاریخ کو شائع ہوتا تھا۔ ”طسّم حیرت مدراس پنچ“ کی خصوصیات اور اس کی تاریخ اشاعت کے متعلق مندرجہ ذیل ”اشارت“ ملاحظہ کیجئے جو ۱۵ اپریل ۱۸۹۹ء کے اخبار کے صفحہ اول پر شائع ہوا تھا:

”یہ اخبار پربہار مذاق کا مخزن، نظم کا افسر، لطائف و ظریف کا ذخیرہ، تواریخ کا گنجینہ، معلومات کا خزانہ صنعت و حرفت کا زندہ مرقع، ہفت کشور کا مخزن، روئے زمین کا وقائع نگار ہندوستان کا پی خواہ، قوم کا حامی، رعایا کا وکیل، مظلوم کا غم خوار، ظالم کا نگران، گورنمنٹ کا مشیر، ریاست نظام کا خیر خواہ۔ اس کی تاریخ اشاعت انگریزی (۵)، (۱۵)، (۲۵)

کو مقرر ہے قیمت اخبار بنام مشہر تبلیغاتی جناب شاہ محمد صادق
حسینی صاحب چشتی شریف مدظلہ ویا بنام خاکسار مہتمم اخبار
ارسال فرمادیں۔“

”طلسم حیرت مدراس پنچ“ جلد ۳۵ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۵ اپریل روز دوشنبہ

اس اخبار کی قیمت گورنمنٹ سے ماہانہ چار روپے، نوابان و راجگان عالی شان سے ماہانہ
دو روپیہ، پیشگی سالانہ مع خرچ ڈاک (۲۵) روپیہ تھی۔ عام لوگوں سے سالانہ نو روپیہ
کمدار وصول کیے جاتے تھے۔ مضامین کی اجرت فی سطر دو آنے تھی اور مفید عام مضامین
مفت شائع کیے جاتے تھے۔

”طلسم حیرت مدراس پنچ“ کی زبان بڑی صاف اور سستہ تھی۔ مولانا امداد

صابری لکھتے ہیں :

”مدراس کے اخباروں میں اچھی اُردو لکھنے والے ایڈیٹر کم تھے

لیکن طلسم حیرت کی اُردو صاف اور سستہ ہوتی تھی۔“

”نصرت الاخبار“ دہلی یکم اگست ۱۸۷۶ء میں اس پر تبصرو کرتے ہوئے لکھتا ہے :

”مدراس کے اخباروں میں اس کی اُردو نہایت صاف ہے اور

بہت عمدہ ہے، ناظرین باتمکین کو دریاے حیرت میں ڈالتا ہے

اس واسطے ”طلسم حیرت“ نام رکھا ہے۔“

مولانا امداد صابری ”تاریخ صحافت اُردو“ (جلد دوم) میں مزید لکھتے ہیں کہ ”یہ اخبار

کافی عرصہ تک جاری رہا اور اس اخبار کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ یہ نہیں کھڑا اور نہ

والا ظریف اخبار تھا۔ صاحب ”تاج التواریخ“ مولوی نصرت علی دہلوی نے اس اخبار

کی اس خوبی کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے :

”پڑانے اخباروں کی فہرست اٹھا کر دیکھی جائے تو صد ہا اخبار

برساتی سینڈ کون کی طرح نکل نکل کر بند ہو گئے اور جو چل رہے ہیں

ہمارے ہمعصر مدراس کی پچاس سالہ عمر سے کم ہی ہوں گے ۲۲x۱۸

کی ڈبل تقطیع پر مدراس سے شائع ہوتا ہے۔ اہل مدراس خاص

دقت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور عام مقامین کے ساتھ اس اخبار

میں ایک بڑا حصہ طرافت کا ہوتا ہے۔“

”طلسم حیرت مدراس پنچ“ کے شمارے اب کیا اب بلکہ نایاب ہیں صرف کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس میں کچھ شمارے رہ گئے ہیں۔

شاہ محمد صادق حسینی چشتی شریف مدراسی د متوفی ۱۹۰۱ء اردو و فارسی کے بلند پایہ معلم، ادیب اور شاعر تھے۔ شہر مدراس میں شعر و شاعری کو فروغ دینے میں ان کا بڑا حصہ ہے ان کے تلامذہ کا حلقہ بڑا وسیع تھا، وہ ”شہرِ استاد“ کے لقب سے سارے شہر میں عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

شریف مدراسی نہایت پُر گو اور قادر الکلام شاعر تھے انھوں نے غالب کی زمینوں میں ہم قافیہ و ہم ردیف غزلیں کہی ہیں اور مرزا غالب کی طرح صنفِ غزل کی صالح روایت کو جدت و ندرت کے ساتھ ملحوظ رکھا، ان کا دیوان شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔

شریف مدراسی نے صنفِ مثنوی میں بھی بُرا نام کمایا۔ ”گلزارِ شریف“ ان کی مشہور مثنوی ہے جو ۱۸۷۵ء میں مطبع طلسم حیرت مدراس سے شائع ہو چکی ہے۔ شریف کا فارسی کلام اور ان کی ایک اردو تصنیف ”تزک فیروزی“ کتب خانہ عام اہل اسلام مدراس میں موجود ہے۔

حضرت شریف کو نعتیہ شاعری سے بھی بڑی دلچسپی تھی ان کا نعتیہ دیوان بھی ”حدیث شریف“ کے نام سے ربیع الاول ۱۲۹۵ھ م ۱۸۷۸ء میں مطبع شریفیہ طلسم حیرت سے شائع ہو چکا ہے۔ غزلوں اور مثنویوں کی طرح ان کا نعتیہ کلام بھی بہت مقبول ہوا اور شوق سے پڑھا جاتا ہے، وہ خود کہتے ہیں

سُن کے ہر محفل میں تیرے شعرِ نعتیہ شریف
شورِ کھٹین کا اٹھا، غلِ مرحب کا ہو گیا

میں مدح گوئی پیمر ہوں مجھ سے کیا نسبت

شریف آئین سوتا سَخ اور ہزار آتش

عرض شریف مدراسی اپنے عہد کے ایک باکمال شاعر تھے۔ لالہ سری رام دہلوی نے ”خجائے جاوید“ (جلد چارم) میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے ”مدراس میں جو شعر و شاعری کا چرچہ ہے ایسے ہی دو چار نفوس کے دم قدم کی برکت ہے۔“

ریاض الاخبار

سگارساں دتاسی نے اپنے ”خطبات“ میں مدراس کے ایک قدیم اخبار ”ریاض الاخبار“ کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے :

”ریاض الاخبار“ مدراس سے نکلتا ہے اس نام کا اخبار بمبئی سے بھی شائع ہوتا ہے اس کے سرورق پر لکھا رہتا ہے ”ریاض الاخبار“ مینٹ اس اس ”یہ اخبار ہفتہ وار ہے چھوٹی تقطیع پر سولہ صفحات پر مشتمل ہوتا ہے ہر صفحے پر اٹھارہ سطریں ہوتی ہیں اور صفحہ دو کا لمبا (غالوں) میں تقسیم ہوتا ہے اس کے مدیر کا نام سید حسین ہے۔“

سگارساں کے علاوہ ”ریاض الاخبار“ کا تذکرہ کسی اور محقق نے نہیں کیا۔ اب کسی لائبریری میں اس اخبار کی موجودگی کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ اس لیے اس اخبار کے متعلق کچھ تفصیل بیان نہیں کی جاسکتی۔

عمدۃ الاخبار

”مدراس میں اُردو“ میں مولوی نصیر الدین ہاشمی نے ”عمدۃ الاخبار“ کو نہ صرف مدراس کا بلکہ اُردو کا پہلا اخبار قرار دیا ہے اور ”تاریخ صحافت اُردو“ جلد اول میں مولانا امداد شاہری نے اس اخبار کی اجرائی ۱۸۴۵ء بتائی ہے، یہ دونوں محققین غلط فہمی کا شکار ہیں اس لیے یہاں اس اخبار کا مختصر تذکرہ ضروری ہے :

”عمدۃ الاخبار“ ۱۸۶۲ء میں جاری ہوا۔ راقم الحروف کے پاس اس اخبار کا ایک شمارہ نمبر ۳ جلد ۳ مورخہ ۳۰ جون ۱۸۶۵ء موجود ہے۔ یہ اخبار مہینے میں تین بار یعنی دسویں، بیسویں اور تیسویں کو شائع ہوتا تھا اس اخبار کی تقطیع ۸×۱۲ ہفتی اور آٹھ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر محمد انور تھے جو مطبع انوری کے مالک بھی تھے۔

اخبار ”ترملکھری“ جو راستہ پد و پاک امیر پیٹھ محلہ جام بازار کوچہ فقیر صاحب نمبر مکان ۲۰ سے شائع ہوتا تھا۔ راقم الحروف کے پاس ”عمدۃ الاخبار“ کی جلد ۲ نمبر ۲۸

موضوع ۵ مارچ ۱۸۶۵ء کا بھی ایک شمارہ محفوظ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے یہ اخبار ابتداءً ۱۸۶۳ء کی بڑی تقطیع کے ایک ورق پر شائع ہوتا تھا پھر سال بھر بعد چھوٹی تقطیع کے آٹھ صفحات پر شائع ہونے لگا تھا۔ ۱۲۸۷ھ ۱۸۷۰ء سے ”عمدۃ الاخبار“ کا نام ”شاہی عمدۃ الاخبار“ ہو گیا، یہ اخبار بھی محمد انور کی ادارت میں نکلتا رہا۔ ”عمدۃ الاخبار“ کا نام نواب عمدۃ الدولہ محمد انور اللہ خان بہادر جہاں جنگ خلف نواب عظیم جاہ بہادر پرنس آف ارکاٹ کے نام پر رکھا گیا تھا۔ نگارسان و تاسی نے بھی اپنے ”خطبات“ میں ”عمدۃ الاخبار“ کا تذکرہ کیا ہے وہ لکھتا ہے :

”عمدۃ الاخبار“ اس نام کا ایک اخبار پیشتر سے بریلی سے نکلتا ہے لیکن یہ اخبار مدراس میں بہت عرصے سے جاری ہے یہ بھی جیتے میں تین بار نکلتا ہے کبھی کبھی تصاویر بھی ہوتی ہیں۔“

چنانچہ راقم الحروف کے پاس ”عمدۃ الاخبار“ کی جلد ۲ کا جو شمارہ ہے اس میں نواب میر علی مراد خان بہادر دالی شہر خیر پور کے شیر کے شکار کی بڑی تلی فولٹ ہے۔ ”عمدۃ الاخبار“ دور دور تک مشہور تھا اخبارات اس کے حوالے سے خبریں جاری کرتے تھے۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر نے اپنی تحقیقی کتاب ”ماسٹر رام چندر اور اردو نثر کے ارتقاء میں ان کا حصہ“ میں لکھا ہے کہ ماسٹر رام چندر ”عمدۃ الاخبار“ سے بھی خبریں اور مضامین اخذ کر کے شائع کیا کرتے تھے۔

شمس الاخبار

”شمس الاخبار“ مدراس کا ایک مشہور اور کثیر الاشاعت اخبار تھا۔ یہ اخبار نہ صرف سارے ہندوستان میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا بلکہ ہندوستان سے باہر بھی دور دور تک اس اخبار کی شہرت تھی۔ اس اخبار کی قومی اور ملی خدمات کے پیش نظر سلطان روم خلیفہ عبدالحمید خان ثانی نے ”تمغہ مجیدہ“ مرحمت فرمایا تھا۔ مولوی نصیر الدین ہاشمی نے ”مدراس میں اردو“ میں ”شمس الاخبار“ کی اجرائی ۱۸۶۵ء بتائی ہے۔ مولانا امداد صابری اور ڈاکٹر عبدالحی کا بیان ہے کہ یہ اخبار ۱۸۵۷ء میں جاری ہوا، لیکن راقم الحروف کی نظر سے اس اخبار کا ایک شمارہ جلد ۲۵ نمبر ۶ موضوع ۷ ستمبر

۱۹۰۳ء صلو کہ جناب محمد غوث الدین صاحب گھٹالہ مولف دوّم تعلقہ دار گزرا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”شمس الاخبار“ ۱۸۵۸ء (۱۲۷۵ھ) میں جاری ہوا، پہلے ہی یہ اخبار چھوٹی تقطیع پر شائع ہوتا تھا لیکن بعد میں بڑی تقطیع پر شائع ہونے لگا تھا بڑی تقطیع کے چار صفحات پر مشتمل ہوتا۔ ابتدائے اشاعت میں یہ عشرہ دار تھا لیکن کچھ دنوں بعد ہفتہ دار ہو گیا اور ہر پیر کو شائع ہونے لگا تھا۔

”شمس الاخبار“ کی ادارت مدراس کے ایک مشہور علمی خاندان کے ہاتھ میں تھی۔ اس اخبار کے پہلے ایڈیٹر سید عبدالستار سین تھے جو مدراس کے ممتاز شاعر اور صوفی منش بزرگ شاہ محمد عزیز الدین گھٹالہ دیدہ کے سالے تھے۔ سید عبدالستار سین کے زیر اہتمام ”شمس الاخبار“ نہایت کامیابی سے نکلتا رہا کچھ مدت کے بعد اس اخبار کی ادارت شاہ محمد عزیز الدین گھٹالہ کے فرزند مولوی نصیر الدین گھٹالہ کے سپرد ہوئی جو عربی، فارسی اور اردو کے بڑے عالم تھے اور ان کے مددگار کارکنوں میں بھی عربی، فارسی اور ترکی جہاننے والوں کی ایک جماعت تھی جس کی وجہ سے ”شمس الاخبار“ میں عربی، فارسی اور ترکی اخبارات سے بہت سی خبریں ترجمہ ہو کر شائع ہوتی تھیں۔ پندرہ بیس سال کے عرصے میں اس اخبار کی شہرت ہندوستان سے نکل کر بیرون ہند دور دور تک پہنچ گئی۔

۱۸۷۸ء میں جنگ روم و روس کے زمانے میں اس اخبار نے حکومت ترکی کی امداد کی ترغیب دلائی اور اسی ترغیب کی بدولت ہندوستان کے گوشے گوشے سے ہزار ہاروپہیہ چندہ جمع ہوا اور اسی اخبار کے ذریعہ سلطنت عثمانیہ کی خدمت میں روانہ کیا گیا جس کے صلے میں سلطان عبدالحمید خان ثانی نے ”تمغہ مجیدیہ“ مرحمت فرمایا، جو آج بھی اس اخبار کے ایڈیٹر نصیر الدین گھٹالہ کے برادر زادے مولوی محمد غوث الدین صاحب گھٹالہ کے پاس محفوظ ہے۔ ”شمس الاخبار“ کے لیے یہ بڑے اعزاز کا باعث تھا، اسی لیے اس اخبار کے سرورق پر ہمیشہ شکل ”تمغہ مجیدیہ“ ہوا کرتی تھی۔ ”حجاز ریلوے“ کے سلسلے میں بھی اس اخبار نے بڑی مفید خدمات انجام دی تھیں جس کے صلے میں بھی اسے ایک اور تمغہ ملا تھا۔ ”تاج التواریخ“ میں مولوی نصرت علی دہلوی نے اس اخبار کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے:

”مالک نصیر الدین ہیں پُرانا اخبار ہے بڑے پیمانے پر نکلتا ہے یہ قلم خفی چھپتا ہے اچھا ہے۔“ ”شمس الاخبار“ نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک شائع ہوتا رہا اور غالباً ۱۹۱۰ء میں بند ہوا۔ نصف صدی تک گھٹالہ خاندان کے افراد کی کوششوں کی بدولت مدراس میں اردو صحافت کو بڑا شہرہ پہنچا۔

جنوبی ہند کی قدیم اُردو صحافت

ایک جائزہ —

ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں صحافت نے ایک اہم اور نمایاں رول ادا کیا ہے محققین کا بیان ہے کہ جنوبی ہند میں ایک شخص نے ۱۸۰۰ء میں دیسچ بیپا نے پرتگیزی اخبارات تقسیم کیے جن میں برطانوی فوج کے دیسی سپاہیوں اور عام ہندوؤں اور مسلمانوں سے پُر جوش اپیل کی کہ وہ جرات سے کام لے کر فرنگیوں کے خلاف برسرِ پیکار ہو جائیں اور انھیں ہلایٹ کر کے دم لیں، چنانچہ ان ہی اخبارات کی وجہ سے ۱۰ جولائی ۱۸۰۶ء کو ویلور میں انگریزوں کے خلاف ہندوستانی سپاہ نے علم بغاوت بلند کر دیا اور بغاوت کر کے ایک سو تیرہ اور بقول ڈاکٹر مشرا دو سو انگریز افسروں اور سپاہیوں کو قتل کر ڈالا اور نیپو سلطان شہید کے فرزند فتح حیدر کی بادشاہت کا اعلان کر کے قلعہ میں جھنڈا بھی بلند کر دیا۔ اسکاٹ سے انگریزی فوج نے موقع پر پہنچ کر فساد فرد کر دیا۔ چھ سو سپاہیوں کو قتل کے مجرم میں گرفتار کیا گیا، ساڑھے تین سو سپاہیوں کے قریب اس بلوے میں مارے گئے اور ان کے سرغنہ توپ کے منہ سے باندھ کر اڑا دیئے گئے۔ نواب فتح حیدر کو جو ویلور میں نظر بند تھے کلکتہ بھیج دیا گیا۔ سر جان میلکم کا بیان ہے کہ اس غدر میں قلمی اخبارات کا بڑا دخل تھا۔ ۱۸۳۶ء میں ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ آکس لینڈ نے اس واقعے کا اظہار کیا کہ ہم پر جب نازک وقت آتا ہے قلمی اخبارات اشتعال انگیزی پر اُتر آتے ہیں یا مخصوص جنگ برما کے دوران میں تو یہ حد سے گزر گئے۔ اسی سال ۱۸۳۶ء میں گورنر جنرل

۱ : تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں ۱- ہسٹری آف دی برٹش ایمپائر ان انڈیا جلد چارم صفحہ ۶۲ تا ۶۴
 ۲ : دی سنٹرل اوٹنٹریشن آف دی ایسٹ انڈیا کمپنی از ڈاکٹر بی۔ بی. مشرا صفحہ ۹۵ تا ۹۹
 ۳ : واقعات ملکوت تہا پاد حصہ سوم از بشیر الدین احمد صفحات ۴۰۰ تا ۴۰۲

کی کونسل کے رکن میسکالے نے صحافت پر ایک یادداشت مرتب کی۔ اس میں اس رائے کا اظہار کیا کہ عام لوگوں میں دیسی زبانوں کی مطبوعہ صحافت کا اتنا اثر نہیں جتنا قلمی صحافت کا ہے ان کے بیان کے مطابق سارے ہندوستان میں دیسی زبانوں میں نکلنے والے جملہ مطبوعہ اخباروں کے صرف تین سو پرچے ڈاک کے ذریعہ سے بھیجے جاتے تھے اس کے مقابلے پر پیشہ ور و قائل نگاروں کے مرتب کیے ہوئے قلمی اخبارات کی اشاعت کا کچھ شمار ہی نہیں تھا ہر دفتر اور ہر دربار کے باہر و قائل نگار منڈلاتے رہتے تھے صرف قلعہ معلیٰ اور ریڈیلنی میں بیس اور تیس کے درمیان پیشہ ور و قائل نگار خبروں کی تلاش میں مصروف رہتے تھے۔ میسکالے کے اندازے کے مطابق صرف دہلی سے ہر روز ایک سو بیس قلمی اخبار یہ ذریعہ ڈاک باہر بھیجے جاتے تھے ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۸۳۶ء تک ہندوستان بھر میں قلمی اخباروں کی اشاعت اگر مطبوعہ اخبارات سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں تھی اور مطبوعہ صحافت کا زور اس وقت بڑھا جب چارلس مٹکاف کے عہد میں صحافت کو آزادی حاصل ہوئی اور تین چار سال کے اندر اندر برعظیم کے گوشے گوشے میں بے شمار اخبار نکل آئے صحافتی فلنک سے عوام کی دلچسپی بڑھنے لگی کیونکہ جو معلومات ان اخباروں کے وسیلہ سے حاصل ہوتیں وہ کسی دوسرے ذریعہ سے ممکن نہیں تھیں

اخبار کی قیمت اس وقت کے لحاظ سے زیادہ تھی۔ مدراس کے ”جامع الاخبار“ اعظم الاخبار، امیر الاخبار، اور منظر الاخبار وغیرہ کی قیمت ایک روپیہ ماہوار اور تیسیر الاخبار کی قیمت پانچ آنے فی اخبار تھی۔ اخبارات کسی دکان پر نہیں بکتے تھے صرف خریداروں کو بھیجے جاتے تھے اور کم از کم ماہانہ چندہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس زمانے میں روپے کی قیمت زیادہ تھی اس لیے یا تو امرا اخبار خریدتے تھے یا حکومت اخباروں کا چندہ ادا کر کے انھیں بعض مدارس کے نام جاری کر دیتی تھی خریداروں میں ایک بڑی تعداد ان انگریز افسروں کی تھی جو یا تو علم دوستی کی وجہ سے یا اردو زبان میں اپنی یاقوت بڑھانے کی خاطر اخبار خرید لیتے تھے۔ بہر حال اردو اخبار ان لوگوں کے پاس جاتے تھے جو دولت مند ہوتے تھے اور ان کی قوت خرید زیادہ ہوتی تھی اس لحاظ سے اشتہارات کا کاروبار وسیع ہو سکتا تھا لیکن اشتہار دینے کا ذوق بھی بہت محدود تھا، زیادہ تر کتابوں کے اشتہار چھپتے تھے اور ان کے لیے بہت کم رقم لی جاتی تھی بعض اخبارات مغزین اور شخصی اطلاعات شائع کرنے کی بھی اُچھوت وصول کرتے

تھے ”اعظم الاخبار“ میں ایک سطر کا مواد چھاپنے کا معاوضہ دو آنے تھا۔ اخبار نے اپنے خریداروں کے لیے رعایت منظور کی تھی، ان سے فی بیت صرف ایک آنہ اور فی سطر ایک آنہ معاوضہ لیا جاتا تھا۔ ”منظر الاخبار“ فی سطر چار آنے اجرت وصول کرتا تھا۔ اخبارات کی آمدنی کا اہم ذریعہ خریداری کا چنڈہ ہی تھا۔ چنڈہ بھی باقاعدہ وصول نہ ہوتا تھا اکثر اخبار اس امر کے شاکي تھے کہ لوگ اخبار جاری کرا لیتے ہیں لیکن چنڈہ بھیجنے میں تاہل سے کام لیتے ہیں، اور بعض وقت چنڈہ بھیجتے ہی نہیں چنانچہ ”تیسیر الاخبار“ مدراس اسی بے قاعدگی کی وجہ سے بند ہو گیا۔ بعد میں اخبارات نے ایک نئی رسم شروع کی اگر چنڈہ پیشی آتا تو معمول کے مطابق رقم وصول کی جاتی ورنہ دُگنی رقم لی جاتی تھی اور اخبار کے سرورق پر صاف لکھا جاتا تھا کہ پیشی بھیجنے کی صورت میں چنڈہ اتنا ہو گا اور بعد میں بھیجنے کی صورت میں اتنا۔ یہ رسم بعد میں شروع ہوئی کہ عوام سے کم چنڈہ لیا جائے رؤسا سے زیادہ اور والیان ریاست سے اس سے بھی زیادہ۔ چنانچہ ”منظر الاخبار“ عمدۃ الاخبار، طلسم حیرت، شمس الاخبار وغیرہ کے پُرانے فائل دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اخبارات کی قیمت عوام سے کم رؤسا اور اُمراء و راجکان سے زیادہ وصول کی جاتی تھی۔

جنوبی ہند کے اخباروں میں مقامی اور قومی خبروں کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی خبریں بھی چھپتی تھیں اس کے علاوہ اس زمانے کے اخباروں میں تعلیمی، علمی و ادبی خبروں کے ساتھ ساتھ غزلیں بھی شائع ہوتی تھیں، ادیبوں کی محفلوں اور شعراء کی نشستوں کے مختصر تذکرے بھی ان اخباروں میں شائع ہوتے۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کی غزلیں اور ان کی زمینوں میں کہی ہوئی غزلیں خاص طور پر شائع کی جاتی تھیں۔ مدراس کے شعراء بڑی دلچسپی سے ظفر کی غزلوں کی زمینوں میں شعر کہا کرتے تھے جنوبی ہند کے اخبارات خصوصاً ”اعظم الاخبار“ انھیں بے اجرت شوق سے شائع کرتا۔ چنانچہ اخبار لکھتا ہے :

”یہاں کے شعراء نے نازک تلاش بادشاہ ظفر کی طرح کی ہوئی زمین میں نکر کر کے جو غزلیں ہمارے پاس روانہ فرماتے ہیں سو ہم اس کو بے اجرت اپنے اخبار نامے میں ضیافت طبع ناظرین کے لیے لکھا کرتے ہیں۔“

(اعظم الاخبار، نمبر ۵، مورخہ ۳ دسمبر ۱۸۶۵ء)

۱۸۵۷ء تک اردو اخباروں کی خبروں کا سب سے بڑا ذریعہ وہ قلمی اخبارات تھے جو مختلف درباروں کے سرکاری وقائع نگار مرتب کرتے تھے یا وہ خبرنامے جو آزاد وقائع نگار ترتیب دیتے تھے اس کے علاوہ اردو اخبارات اکثر ہم عصر انگریزی اخبارات سے غیر ملکی خبریں اخذ کیا کرتے تھے بعض وقت قلمی خبریں بھی ان ہی اخباروں کے حوالوں سے شائع ہوتی تھیں۔ خبروں کا تیسرا بڑا ذریعہ ان اخبارات کے اپنے نامہ نگار تھے جو اعزازی طور پر خبریں مہیا کرتے تھے۔ جس کے صلے میں انھیں اخبار مفت روانہ کیا جاتا تھا۔ خبروں کا چوتھا ذریعہ ہم عصر اردو اور فارسی اخبار تھے ہر اخبار دوسرے اخبار سے اپنے مطلب کی دلچسپ خبریں چُن لیتا تھا اور انھیں حوالے کے ساتھ اپنے اخبار میں چھاپ دیتا تھا، اس طرح جو لوگ کوئی ایک اردو اخبار خریدتے تھے وہ خود بخود سارے اردو فارسی اخباروں کی دلچسپ خبروں سے آشنا ہو جاتے تھے۔ اس دور کے انگریزی صحافت کے ذرائع ابلاغ بھی اسی قسم کے تھے۔

۱۸۳۵ء کے بعد صحافت پر سے پابندیاں ہٹائی گئیں لیکن عملاً صحافت پابند تھی زیادہ تر اخبار حکومت کی طرف سے دی ہوئی بالواسطہ یا بلاواسطہ امداد پر وار و مدار رکھتے تھے اور جنھیں امداد حاصل نہیں تھی انھیں امداد کی امید پابند بنائے رکھتی تھی پھر انگریزی راج کی دہشت بھی ایسی تھی کہ کسی کو بے باک نکتہ چینی کی جرات بھی نہیں ہوتی تھی۔ پروفیسر نرٹاجی اپنی کتاب —

”HISTORY OF INDIAN JOURNALISM“ میں لکھتے ہیں

”معاشرتی فضا بظاہر ایسی تھی کہ دہلی اور لکھنؤ کی اردو زبان کے محاورے

کی ایک دوسرے پر برتری اور ہندوؤں میں نکاح بیوگان کے مسئلہ پر اظہار

رائے بھی خطرے سے خالی نہیں تھا راجہ رام موہن رائے ۱۸۲۳ء میں بنگال

میں صحافت کی آزادی کا جو تصور نہایت جرات کے ساتھ پیش کیا تھا وہ

شمال مغربی صوبہ جات میں ۱۸۵۳ء میں بھی موجود نہیں تھا“

جنوبی ہند میں بعض ایسے اخبارات بھی موجود تھے جو کبھی بھی جرات کے ساتھ رائے علمہ کی ترجمانی

کرتے تھے اس سلسلہ میں مدراس کا ”جامع الاخبار“ قابل ذکر ہے جو برٹش سرکار کی سیاسی حکمت عملی

اور ان کی خود غرضانہ پالیسیوں پر کڑی تنقید کرتا تھا ان کے معاشی استحصال کا پل ٹھوکتے ہوئے

اس نے اپنے بعض اداروں میں گوانی، چور بازاری، ارباب عدالت کی کوتاہ نظری اور چوری و دہشت

کے عام ہونے کی شکایت کی تھی اور اکثر و بیشتر اسی طرح اس اخبار میں جرات و بے باکی سے اظہار خیال جاتا تھا۔

جونیہاں
کے

قدیم مطالع

جنوبی ہند کے قدیم مطابع

ہندوستان میں طباعت کا آغاز ساحلی علاقوں میں ہوا۔ مغربی ساحل پر گوا، کونیلون، کوچین، ٹرانکو بئر، بمبئی اور پونا، مشرقی ساحل پر فورٹ سینٹ جارج مدراس، فورٹ ولیم کالج کلکتہ اور سری رام پور کو ہندوستان میں ابتدائی طور پر مطبوعہ کتابیں پیش کرنے کا شرف حاصل ہے۔

ہندوستان کا پہلا چھاپہ خانہ ۲ ستمبر ۱۵۵۶ء کو گوا میں عیسائیت کے فروغ اور مسیحی ادب کی طباعت کے لیے قائم ہوا۔ اس پریس سے پہلی معلوم کتاب ۱۵۵۷ء میں سینٹ زے ویر (ST. XAVIER) کی ڈوٹرینا کرستا (DOCTRINA CRISTA) پرتگالی زبان میں شائع ہوئی لیکن اس کتاب کا کوئی نسخہ نہیں ملتا۔ چھاپی کا کام گوا میں ۱۶۷۴ء تک چلتا رہا لیکن رفتہ رفتہ پادریوں کی ہمت پست ہو گئی وہ ہندوستانی زبانیں سیکھنے سے گریز کرتے تھے ۱۶۸۲ء میں ایک حکم نامہ جاری کیا گیا کہ گوا میں مقامی زبانوں کی جگہ پرتگالی زبان استعمال ہوگی اس کی وجہ سے ہندوستانی زبانوں میں طباعت کا کام ختم ہو گیا۔

کیتھولک مبلغوں کی طرح ڈنمارک کے پروٹسٹنٹ مبلغین نے بھی طباعت کے فروغ میں گرا قدر حصہ لیا۔ انھوں نے اپنے مذہب کی ترویج کے لیے مقامی زبانیں سیکھیں۔ سماجی رسم و رواج اور عقیدوں سے واقفیت حاصل کی اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ عیسائی، مذہبی لٹریچر مقامی زبانوں میں چھاپ کر عوام میں تقسیم کرتے لگے۔ ٹرانکو بئر (مدراس) کے چھاپے خانے نے ۱۷۱۳ء کو ایک جرمن طالب علم کی مدد سے چھاپی کا کام شروع کیا۔ یہ جرمن طالب علم ڈنمارک کی کسی کمپنی میں ملازم تھا اس

نے بڑی تیزی سے ملا بار ٹائپ بنانے شروع کیے اور بہت جلد ڈھلانی سہکار خانہ قائم کر لیا۔ چھ ماہ کے اندر اس چھاپہ خانہ اور ٹائپ ڈھالنے والے کارخانے نے بڑی ترقی کر لی اس نے ایک کتاب چھاپی جس کا نام تھا ”شکر سے بیزاری اور اس سے بچنے کا راستہ“ یہ طباعت ان کے اپنے ڈھالے ہوئے ٹائپ حروف سے تھی اور یہ پہلا تجربہ تھا۔

ڈاکٹر بمل گمادت کا بیان ہے کہ مدراس میں پہلا چھاپہ خانہ ویپری (VAPERY) میں قائم ہوا، بعد میں یہ ڈایوسن پریس (DIOCESAN PRESS) کے نام سے مشہور ہوا تاہم ٹائپ پہلے مدراس میں ڈھالے گئے اور ۱۸۷۰ء تک ویپری میں استعمال ہوئے۔ تاہم فیرکس (FABRICUS) نے اس پریس سے ۱۸۶۷ء میں ”انگلش تامل لغت“ اور ۱۸۶۹ء میں ”تامل انگلش لغت“ شائع کی، کچھ عرصہ بعد خود فورٹ سینٹ جارج کالج مدراس نے تلگو، کنڑی، اردو، عربی اور فارسی زبانوں کی متعدد کتابیں اپنے مطبع سے شائع کی تھیں جن میں مندرجہ ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں :

۱	تلگو زبان کی قواعد	۱۸۱۶ء	اے۔ ڈی سیمبل
۲	تلگو زبان کی قواعد	۱۸۲۰ء	دوسراڈیشن
۳	کرناٹک زبان کی قواعد	۱۸۲۰ء	ایم ایم کیرل
۴	دسپٹ الخو	۱۸۲۰ء	تراب علی ناٹی
۵	دکنی انوار سہلی	۱۸۲۲ء	منشی ابراہیم بیجا پوری
۶	انگلش کنڈ لغت	۱۸۲۶ء	ریورنڈ ولیم ریو
۷	منتخب العرف	۱۸۲۷ء	سید امیر حیدر بلگرامی
۸	حکایت الجلیلیہ (جلد اول)	۱۸۳۶ء	منشی شمس الدین احمد
۹	حکایت الجلیلیہ (جلد دوم)	۱۸۳۹ء	"
۱۰	اصول فن قبالت	۱۸۵۲ء	ڈاکٹر ایڈورڈ بالغور

گمریرسن (GRIERSON) کا بیان ہے کہ ایک کتاب جیتو زبان کی قواعد ۱۸۰۷ء میں مدراس میں چھپی تھی۔ جیتو زبان مدراس کے شمال مغرب میں رہنے بسنے والوں میں بولی اور سمجھی جاتی تھی۔

جنوبی ہند کے جس پہلے اردو چھاپہ خانے کا پتہ چلتا ہے وہ مدراس ہی میں قائم ہوا تھا۔ جناب عتیق صدیقی ”ہندوستانی اخبار نویس“ میں بیان کرتے ہیں کہ مدراس میں پہلا

چھاپہ خانہ اُنیسویں صدی کی تیسری یا چوتھی دہائی میں قائم ہوا یہی وہ زمانہ تھا جب شمالی ہند میں بھی اُردو کے چھاپے خانے کھلے جا رہے تھے اور اُردو اخباروں کے اجراء کا دور شروع ہو رہا تھا: جناب عتیق صدیقی نے مدراس کی پہلی اُردو مطبوعہ کتاب ”حکایات الجلیلہ“ (مطبوعہ ۱۸۳۶ء) کو قرار دی ہے حالانکہ ”حکایات الجلیلہ“ کی اشاعت سے بارہ سال پیشتر ۱۸۲۲ء میں فورٹ سینٹ جارج کالج پریس سے دکنی انوارِ اہل شائع ہو چکی تھی اور نیا لیس سال پیشتر ۱۷۹۱ء میں کپتان ہنری ہیرس CAPT. HENRY HARRIS نے مدراس ہی سے ہندوستانی زبان کی ایک جامع لغت

ANALYSIS, GRAMMAR AND DICTIONARY OF THE
HINDUSTANY LANGUAGE

کے نام سے شائع کی تھی۔ ڈاکٹر ہنری ہیرس کی لغت سے کچھ منتخب الفاظ اخذ کر کے ڈاکٹر ٹکل کر سٹ نے ۱۷۹۸ء میں اپنا ضمیمہ (THE APPENDIX) شائع کیا تھا اس سے واضح ہوتا ہے کہ مدراس اُردو طباعت کے معاملے میں ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے بہت آگے تھا فورٹ سینٹ جارج کالج پریس سے متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ علامہ عبداللہ یوسف علی کا بیان ہے کہ فارسی اور اُردو ٹائپ ہندوستان میں اٹھارہویں صدی کے اختتام اور انیسویں صدی کے آغاز کے درمیان میں استعمال کیا گیا تھا۔ ٹائپ کی چھپائی کا سلسلہ لیتھو کی چھپائی سے پہلے شروع ہو گیا تھا اردو ٹائپ عرصہ تک مدراس میں متعل رہا، سرکاری قوانین اور ضوابط ٹائپ میں چھاپے جاتے تھے فورٹ سینٹ جارج کالج کی متعدد کتابیں ٹائپ میں شائع ہوئی تھیں، لیکن اُردو داں طبقے میں اُس زمانے میں بھی ٹائپ مقبول نہیں ہو سکا تھا۔ اردو ٹائپ کی ترقی کی رفتار سست رہی۔ ۱۸۳۶ء میں لیتھو گرافی کا استعمال شروع ہوا، اور اس طرح کتابت کے ذریعہ سے بہت سی نقلیں چھاپنے کا ارزاں ذریعہ ہاتھ آ گیا۔ جرمنی میں یہ فن اٹھارویں صدی کے خاتمے کے قریب ایجاد ہوا تھا اور ہندوستان میں چالیس سال کے اندر ہی اندر طباعت میں اس کا رواج عام ہو گیا۔ جوں ہی لیتھو گرافی کا سامان ہندوستان میں دستیاب ہونے لگا اُردو ادرازی چھاپہ خانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ علامہ عبداللہ یوسف علی نے ”انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ“ میں بیان کیا ہے کہ لیتھو گرافی کا پہلا مطبع ۱۸۳۸ء کے قریب دہلی میں انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ ص ۷۷

قائم ہوا تھا۔ لکھنؤ نے بھی بہت جلد اس کی تقلید کی۔ ابھی اُدپرہم نے بتایا ہے کہ ۱۸۳۶ء میں ”مدرس کے چھاپہ خانے“ سے ”حکایات الجلیلہ“ فورٹ سینٹ جارج کالج کے طلباء کے لیے شائع ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۳۶ء سے پہلے ہی مدرس میں لکھنؤ گرائی کا مطبع قائم ہو چکا تھا، اس طرح لکھنؤ کے پریس قائم کرنے میں بھی مدرس بندہ کے دوسرے علاقوں سے بہت آگے تھا۔ ۱۸۵۷ء سے پیشتر مدرس میں متعدد لکھنؤ کے چھاپہ خانے قائم ہو چکے تھے سرکاری اور خانگی مطبعوں کی کثرت تھی ذیل میں اس سلسلہ کے کچھ مطبعوں کا بیان درج کیا جاتا ہے :

۱۔ مطبع کش راج

مطبع کش راج سرکاری مطبع کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ مطبع جبار راج صاحب کش راج وزیر بہادر کے نام سے قائم کیا گیا تھا اس مطبع کی طباعت بڑی نقیص اور عمدہ تھی اس مطبع کے قیام کی تاریخ کا پتہ نہیں چلتا البتہ ”دیوان تالیف“ راقم الحروف کی نظر سے گذرے جو ۱۸۳۴ء م ۹ رمضان ۱۲۴۹ھ کو اسی مطبع سے شائع ہوا تھا اس سے پتہ چلتا ہے یہ مطبع ۱۸۳۴ء سے پہلے قائم ہو چکا تھا اسی مطبع میں ۱۸۴۴ء میں شیریں سخن خان راقم کی ”میزان الاشعار“ اور ۱۸۴۵ء میں ”رسالہ اعظم الرضاء“ شائع ہوئی تھی۔ قاضی بدرالدولہ محمد صفیہ اللہ قاضی الفتاۃ حکیم عالیہ سرکار نواب کرنامک کی بہت سی کتابیں بھی مطبع کش راج میں طبع ہوئی تھیں جن میں فواید بدریہ ۱۸۴۵ء اور ”تکلیف ہدایت“ ۱۸۴۷ء قابل ذکر ہیں ”مطبع کش راج“ مطبع سرکاری بھی کہلاتا تھا۔ اس کاٹ کے آخری رئیس نواب محمد عوث خان بہادر اعظم کا مشہور تذکرہ شعراء ”تکلیف اعظم“ ۱۸۵۵ء میں اسی مطبع سے شائع ہوا تھا۔

۲۔ مطبع جامع الاخبار

مطبع جامع الاخبار مدرس کا بہت قدیم مطبع تھا اس کے مالک سید رحمت اللہ تھے اسی مطبع کی جانب سے ۱۲۵۷ھ م ۱۸۴۱ء میں مدرس اور جنوبی ہند کا پہلا اردو اخبار ”جامع الاخبار“ جاری ہوا تھا اس مطبع نے اردو زبان کی بڑی خدمت کی تھی۔ اس مطبع میں اردو کی بے شمار علمی

ادبی، سانی اور مذہبی کتابیں شائع ہوئیں۔ مدراس کے فورٹ سینٹ جارج کالج کی نصابی کتابیں بھی زیادہ تر اسی مطبع سے شائع ہوتی تھیں، ایسی بہت سی کتابیں ہماری نظر سے گذری ہیں۔ مطبع جامع الاخبار سے ۱۸۵۴ء میں جو کتابیں شائع ہوئی تھیں اور جو برائے فردخت تیار تھیں وہ درج ذیل ہیں :

نمبر	نام کتاب	قیمت		نمبر	نام کتاب	قیمت	
		پیمبر	اسٹن			پیمبر	اسٹن
۱	عقاید جامی	۰	۶	۲۰	رسالہ منظر حق	۰	۸
۲	باران رحمت	۱	۸	۲۱	آرٹیکل آف دار	۱	۴
۳	رسالہ تھلکرسٹ	۰	۸	۲۲	سرکیولر آرڈرس	۳	۰
۴	رقعات واصفی	۰	۵	۲۳	چار درویش	۲	۸
۵	دیوان واصف	۰	۵	۲۴	عقاید شرقیہ	۰	۸
۶	خالق باری	۰	۳	۲۵	رسالہ حروف بھیجی	۰	۸
۷	میزان الحساب	۰	۵	۲۶	تعلیم نامہ	۲	۰
۸	رسالہ نجوم	۰	۴	۲۷	رسالہ جغرافیہ	۰	۸
۹	طریق الصلحاء	۰	۴	۲۸	قانون خرد کورٹ (مدراس)	۰	۴
۱۰	روح اسلام ہند	۰	۴	۲۹	مسائل أربعین	۱	۸
۱۱	احکام الایمان	۰	۶	۳۰	ہدایت نامہ یعنی رد نقصا	۰	۲
۱۲	تقویم الاشعار	۰	۸	۳۱	صراط الاسلام و صراط النجات	۰	۸
۱۳	اخوان الصفاء	۲	۸	۳۲	ترجمہ مشنری شریف	۲	۴
۱۴	گلستان ہندی	۵	۰	۳۳	جزء الحمد	۰	۴
۱۵	بکاؤلی	۲	۸	۳۴	جزء المم	۰	۴
۱۶	طریق النجات	۰	۴	۳۵	جزء تبارک	۰	۳
۱۷	عربی حکایت لطفہ	۰	۸	۳۶	قواعد لشکری	۱	۴
۱۸	تحفہ ضیائیہ	۱	۴	۳۷	گلستان سہ باب	۰	۶
۱۹	فیض عام	۳	۸	۳۸	داستان غم	۲	۸

نمبر سلسلہ	نام کتاب	قیمت		نمبر سلسلہ	نام کتاب	قیمت	
		لڑیم	آنے			لڑیم	آنے
۳۹	صنعت التحریر	۰	۸	۴۱	خلاصۃ التحکیم	۰	۵
۴۰	کریبا	۰	۳	۴۲	تقویم سال حال	۱	۸

۳۔ مطبع اعظم الاخبار

مدرسہ کے قدیم ترین مطبعوں میں مطبع ”اعظم الاخبار“ بھی شامل تھا۔ اس مطبع کی جانب سے ۳ شعبان ۱۲۶۴ھ م ۴ جولائی ۱۸۴۸ء کو ایک ہفتہ وار اخبار ”اعظم الاخبار“ کے نام سے جاری ہوا تھا۔ مطبع ”اعظم الاخبار“ نے بھی اردو زبان کی گراں قدر خدمت انجام دی ہے اور اس کے مطبع سے اردو کی کئی کتابیں شائع ہوئیں۔ سید مشتاق کی ”تحفہ مشتاق“ (۱۲۶۵ھ) قاضی بدرالدولہ کی ”فوائد بدریہ“ (۱۲۶۵ھ) اخلاق ہندی، چہار درویش، خواجہ الصفا، لکاولی، شگلستان اور صدر الاسلام کی ”خلاصہ خدمات مجسٹریٹ متعلقہ ہندوستان“ اسی مطبع سے ۱۸۵۱ء میں شائع ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر ایڈورڈ بالفور کی کلدستہ سخن ”بھی مطبع ”اعظم الاخبار“ ہی میں چھپی تھی۔

۴۔ مطبع تعلیم الاخبار

مطبع تعلیم الاخبار بھی مدرسہ کا ایک قدیم مطبع تھا۔ اس مطبع کی جانب سے بھی ایک اخبار ”تعلیم الاخبار“ جاری تھا۔ ”اعظم الاخبار“ مدرسہ میں اس اخبار کے متعدد حوالے ملے ہیں۔ کارسان و تاسی کی نظر سے بھی اس اخبار کے ۱۸۵۲ء تک کے شمارے گزر چکے تھے۔ مطبع تعلیم الاخبار کی جانب سے بھی متعدد اردو کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ۱۸۵۲ء میں کپٹن گرین دے کی اردو کتاب ”علی بابا یا چالیس چور“ اور ۱۸۵۳ء میں مہدی واصف کی کتاب جامع الاخبار نمبر ۱۵، جلد ۱۴، مورخہ ۱۶ جنوری ۱۸۵۴ء

”اخلاق النبی الکریم“ اسی مطبع کی جانب سے شائع ہوئی تھیں۔

۵۔ مطبع اسلامیہ

مطبع اسلامیہ بھی جنوبی ہند کا ایک قدیم مطبع تھا۔ ۱۸۵۴ء میں مدرسہ اعظم کی روداد محفل نظامتے مدرسہ اعظم“ اسی مطبع سے شائع ہوئی تھی۔ نواب فخر الدین خان شمس الامراء کی ستہ شمیہ ۱۲۷۳ھ میں مطبع اسلامیہ سے ہی شائع ہوئی تھی، مطبوعہ نسخہ کتب خانہ عام اہل اسلام مدراس میں بھی موجود ہے۔

۶۔ مطبع غوثیہ

مطبع غوثیہ کی جانب سے جنوبی ہند کا ایک قدیم اخبار ”امیر الاخبار“ شائع ہوتا تھا اردو کتابیں بھی شائع ہوتی تھیں۔ کتب خانہ عام اہل اسلام کی چوتھی روداد اسی مطبع کی جانب سے ۱۸۵۴ء میں شائع ہوئی تھی۔

۷۔ مطبع احمدی

مطبع احمدی بھی جنوبی ہند کا ایک قدیم مطبع تھا۔ اس مطبع سے متعدد اردو کتابیں شائع ہوئی تھیں۔ ان میں سید اسد اللہ مستان کی تحلیف الاخلاق ۱۲۶۲ھ، سید احمد قادری کی رفع الدعن صدقہ الفطر ۱۲۶۲ھ، اور رد رسومات ہند ۱۲۶۳ھ قابل ذکر ہیں۔
۱۲۷۷ھ

۸۔ مطبع شرفیہ

مطبع شرفیہ اپنی عمدہ اور معیاری طباعت کے لیے جنوبی ہند میں مشہور تھا اس مطبع سے شائع شدہ دو کتابیں راقم الحروف کی نظر سے گذری ہیں، قاضی بدرالولہ کی ”ہشت گلزار فی مناقب رفیق الخار“ اور غلام محمود حسرت کی ”ریاض سیر“ ۱۲۷۰ھ میں اسی مطبع سے شائع

۹۔ مطبع خورشید

مطبع خورشید میں ٹائپ کی طباعت بھی ہوتی تھی۔ اس مطبع سے ۱۸۵۳ء میں سید شاہ ملی مترجم گورنمنٹ مدراس کی کتاب ”ہندوستانی سیول کورٹ“ شائع ہوئی تھی۔ اس طبع کی کتابیں اب نایاب ہیں۔

۱۰۔ مطبع مخزن الاخبار

مطبع مخزن الاخبار بھی جنوبی ہند کا ایک قدیم مطبع تھا اس مطبع سے ہندی و آصف کی ایک کتاب ”آداب الصالحین“ مطبوعہ ۱۲۹۴ھ ہماری نظر سے گزری ہے۔
۶۱۸۶۸

۱۱۔ مطبع منظر العجائب

مطبع منظر العجائب جنوبی ہند کا ایک مشہور مطبع تھا۔ ڈاکٹر عبدالحی مرحوم پرنسپل محمدن کالج مدراس نے اپنے ایک مضمون ”انیسویں صدی میں مدراس کے اردو اخبار“ میں اس مطبع کے متعلق لکھا ہے کہ غالباً غدر دہلی کے کچھ دنوں بعد ہی یہ مطبع قائم ہوا تھا۔ لیکن راقم الحروف کی نظر سے اس مطبع کی متعدد ایسی کتابیں گزری ہیں جو غدر دہلی سے پہلے شائع ہوئی تھیں، ان میں غلام قادر کی ”مفیدۃ النساء“ اور سید احمد قادری کی ”اراء الطریق“ مطبوعہ ۱۸۵۳ء قابل ذکر ہیں۔ اس مطبع نے اردو کی بہت سی مفید کتابیں شائع کی تھیں۔ ہندی و آصف کی تقریباً بارہ کتابیں ہماری نظر سے گزری ہیں جو اسی مطبع میں شائع ہوئی تھیں ان میں ”دیس ساطع“ تذکرہ — شادی نامہ، ترجمہ جلالین اور فصل الخطاب بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحی مرحوم کا

بیان ہے: ”مدراس کے بعض علماء اور شعراء اس مطبع کے منتظمین اور کارکن تھے

اور اسی درجہ سے یہاں کی طباعت میں صحت و صفائی پائی جاتی تھی۔“

(انیسویں صدی میں مدراس کے اردو اخبار مطبوعہ رسالہ اردو اپریل ۱۹۴۱ء)

اس مطبع کی بعض مطبوعہ کتابیں راقم الحروف کے پاس بھی موجود ہیں۔

مدراس کا قدیم اور مشہور اخبار ”منظر الاخبار“ مطبع منظر العجائب ہی سے شائع ہوتا تھا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر مدراس کے مشہور شاعر محمد خواجہ بادشاہ عسکرت تھے اس اخبار کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے۔

۱۲۔ مطبع عربیہ

مدراس کے قدیم مطبوں میں ”مطبع عربیہ“ بھی تھا۔ ہماری نظر سے اس مطبع کی ایک کتاب ”ردداد مجمع علم و ہنر“ گذری ہے جو فروری ۱۸۵۴ء میں شائع ہوئی تھی۔

۱۳۔ مطبع اکبری

اس مطبع سے شائع شدہ کتابیں اب نایاب ہیں صرف ایک کتاب کا پتہ چلا ہے اور وہ سید احمد قادری کی ”ارشاد العباد الی احکام الذبح والاصلبا“ ہے یہ کتاب ۱۲۵۶ھ میں شائع ہوئی تھی۔

۱۴۔ مطبع رحمانی صبح صادق

اس مطبع کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلا کہ کب قائم ہوا تھا۔ اس مطبع سے ایک اخبار ”صبح صادق“ نکلتا تھا یہ اخبار ہفتہ میں دوبارہ دو شنبہ اور جمعہ کو شائع ہوتا تھا اس اخبار کا اجراء ۱۲۷۱ھ م ۱۸۵۴ء میں عمل میں آیا تھا۔ کارسان و تاسی نے بھی اس اخبار کا تذکرہ کیا ہے اس مطبع کی جانب سے ۱۲۷۵ھ میں سید علی موسیٰ رضا کی ”کنز الشہادت“ شائع ہوئی تھی ایک مطبوعہ نسخہ راقم الحروف کے پاس بھی موجود ہے۔

بہمی کے قدیم مطالع

ڈاکٹر بمل کمار دت نے ”ہندوستان کے زمانہ قدیم وسطی کے کتب خانہ“ میں بہمی طباعت کی ابتداء کے متعلق بتایا ہے کہ وہاں طباعت کو روشناس کرانے کی اولین نمش ۱۷۵۳ء میں کی گئی اور پہلی بار بھیجی پر لکھ ایک گجراتی تاجر نے خالص تجارتی نظر سے اس کام کا آغاز کیا تھا لیکن بہمی میں باقاعدہ چھپائی درحقیقت اٹھارہویں عیسوی کے آخر میں شروع ہوئی اور جو ٹائپ اس میں استعمال ہوئے وہ سمندر ملکوں سے درآمد کیے ہوئے تھے۔

ہنری بیچر (HENRY BECHER) کی کتاب ریمارکس اینڈ انکرنسز (REMARKS AND OCCURRENCES) میں ۱۷۹۳ء میں بہمی میں چھپی تھی، یہی بہمی کی اولین مطبوعہ کتاب فہی جاتی ہے۔

بہمی میں عربی، فارسی اور اردو کے بڑے بڑے پریس تھے اس سلسلہ میں یہ بات بل ذکر ہے کہ ایران، عراق، جاوا، سماترا، ملایا، برٹش آفریقہ وغیرہ میں عربی اور فارسی لایج نہیں تھے ان ملکوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا سہرا اٹھی بہمی کے سر ہے چنانچہ التجار آقا شیرازی اور دوسرے ایرانیوں کے مظفری اور دوسرے بڑے بڑے پریس اس موجود تھے اور یہیں سے بغدادی قاعدہ اور قرآن شریف کے علاوہ دوسرے علوم کی متعدد کتابیں طبع ہوتیں اور مختلف اسلامی ممالک کو بھیجی جاتی تھیں لہٰذا بہمی کے ہندوؤں، پارسیوں اور کوکئی افراد نے بھی اپنے پریس قائم کیے تھے جہاں سے روکی کتابیں بھی شائع ہوتی تھیں، بہمی کے پارسی پریس کے سلسلے میں ایک شخص مرزا حسن شانی کا مطبع قابل ذکر ہے۔ اس مطبع نے ۱۸۴۸ء میں شکستہ نائنگ کو شائع کیا تھا ۱۸۵۵ء میں ولی کا دیوان ایک عالمانہ دیباچہ کے ساتھ بہمی سے شائع کیا گیا۔

بہمی کے قدیم اردو پریسوں کے متعلق تفصیلی معلومات دستیاب نہیں ہوتیں ڈاکٹر اکرٹ میمونہ دلوئی کے تحقیقی مقالے ”بہمی میں اردو“ میں بہمی کے پچاس قدیم مطالع کے نام

۱۔ پروفیسر نجیب اشرف ندوی : بہمی میں اردو مطبوعہ رسالہ اردو ادب جنوری ۱۹۵۲ء
۲۔ ڈاکٹر میمونہ دلوئی : بہمی میں اردو (۱۹۱۴ء تک) ۱۵۱ مطبوعہ بہمی ۱۹۵۲ء

گناہے گئے ہیں مگر ان ناموں سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ مطابع کب اور کس سنہ میں قائم ہوئے تھے، ڈاکٹر میمونہ کی رائے میں ایک بہت مابعد مطبع ”کری پریس“ بمبئی کا سب سے زیادہ اہم اور شہرت کا حامل پریس تھا جس کی بنیاد بقول ان کے ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۲ء میں پڑی۔

کری پریس سے بہت پہلے بمبئی کے قدیم مطبوں نے اردو زبان و ادب کی بڑی خدمت کی ہے اردو زبان کی کئی اہم قدیم دکنی تصانیف بمبئی سے شائع ہو چکی ہیں ان قدیم مطبوں سے مختلف موضوعات پر مشتمل انتخابی کلام مثلاً منتخب مرثی، غزلوں اور مثنویوں کے مجموعے اور مختلف شعراء کا منتخب کلام بھی شائع ہو چکا ہے مدراس کے متعدد شعراء اور مصنفین کی کتابیں بمبئی سے بھی شائع ہوئی ہیں۔

بنگلور و میسور کے قدیم مطابع

بنگلور و میسور کے اولین مطبع کے متعلق ڈاکٹر حبیب النساء بیگم اپنے تحقیقی مقالے ”ریاست میسور میں اردو کی نشوونما“ میں لکھتی ہیں کہ ریاست میسور میں اردو کا پہلا مطبع فردوسی ۱۸۳۸ء میں قائم ہوا، لیکن اس مطبع کے اولین مطبوعات کا ڈاکٹر صاحب نے کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ ہماری نظر سے ریاست میسور کے مشہور شاعر میر حیات حیات (متوفی ۱۸۶۲ء) اور شاہ عبدالحی داعظ بنگلوری (متوفی ۱۸۸۳ء) کی بعض کتابیں گزری ہیں جو ۱۸۵۷ء کے بہت بعد کی شائع شدہ ہیں۔

پروفیسر حبیب النساء بیگم مزید لکھتی ہیں :

”۱۸۵۸ء میں بنگلور میں سات چھاپہ خانے مختلف پرائیوٹ انجمنوں کی طرف سے قائم ہو چکے تھے گورنمنٹ نے آٹھواں پریس ۱۸۵۸ء میں پنچوں کے نصاب کی کتابیں کم قیمت پر شائع کرنے کے لیے خریدا۔ اس وقت میسور میں کوئی پریس ایکٹ نہیں تھا۔ دو اخبار بنگلور میں جاری تھے ”بنگلور ہیرالڈ“ ہفتہ میں دو مرتبہ شائع ہوتا تھا اس کے علاوہ ایک انگریزی، کنڑی ہفتہ وار اخبار بھی جاری تھا۔ علاوہ برس یہاں صوبہ مدراس کے اخبارات بڑے شوق سے پڑھے جاتے تھے اے

حیدرآباد کے قدیم مطابع

نواب محمد فخر الدین خان امیر کبیر شمس الامراء بہادر متوفی ۱۲۷۹ھ کا نام اور کام حیدرآباد دکن کی تاریخ میں سنہرے حروفوں سے لکھے جانے کے قابل ہے وہ حیدرآباد کے ایک بہت بڑے عالم و فاضل تھے انھوں نے اہل علم و فن کی بڑی قدر رانی اور سرپرستی کی تھی۔ مشرقی علوم کے علاوہ مغربی زبانوں مثلاً انگریزی اور فرانسیسی پر ان کو خاص عبور حاصل تھا۔ حیدرآباد دکن میں سب سے پہلے نواب شمس الامراء ہی نے سائنسی کتابوں کا یورپی زبانوں سے اردو میں ترجمہ کروانے کا انتظام کیا تھا چنانچہ اس کام کو منظم طور پر چلانے کے لیے انھوں نے ۱۸۳۲ء میں ایک ”دارالترجمہ“ کی بنیاد رکھی تھی سائنسی تجربوں کے لیے یورپ سے سائنسی آلات بھی منگوائے گئے تھے اور فلکیات کے مشاہدوں کے لیے جہاں نما حیدرآباد میں ایک رصد گاہ بھی تعمیر کی گئی ”دارالترجمہ“ کے ساتھ ایک مطبع بھی تعمیر کیا گیا تھا جو سنگی چھاپہ خانہ شمس الامراء کے نام سے موسوم تھا اس مطبع میں تصویر کشی کا بھی انتظام تھا۔ لیتھو میں سائنسی آلات کے نقشے چھپتے تھے اس مطبع کی طباعت بڑی نفیس اور عمدہ تھی۔ اس مطبع کی شائع شدہ کئی ایک کتابیں ہماری نظر سے گزری ہیں۔ کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد میں بھی یہاں کی کئی کتابیں موجود ہیں۔

نواب شمس الامراء نے حکمت، ہندسہ، ریاضی وغیرہ میں سب سے پہلے اردو میں کتابیں لکھوائیں اور خود بھی تصنیف کیں۔ چونکہ نواب موصوف کو علوم ریاضی دہشت سے خاص شغف تھا اس لیے زیادہ تر ان ہی علوم سے متعلق کتابیں فرانسیسی اور انگریزی زبانوں سے ترجمہ کروا کے اپنے سنگی چھاپہ خانے میں چھپوائیں چنانچہ ایسی بیسی سائنسی کتابوں کے نام خواجہ حمید الدین شاہ صاحب نے اپنے تحقیقی مقالے ”اردو میں سائنسی ادب (قدیم ترین کارنامے) میں گنائے ہیں جو نواب شمس الامراء کی سرپرستی میں لکھوائی گئیں۔“ دکن میں ”اردو“ میں بھی مولوی نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے بہت سی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جن کا نواب شمس الامراء نے اردو میں ترجمہ کروا کر اپنے مطبع سے شائع کیا تھا نواب شمس الامراء کی سائنسی علمی اور ادبی خدمات پر ہاشمی صاحب مرحوم کے معلومات آفرین مقالے اور مضامین شائع ہو چکے ہیں۔

کتابیات

اُردو مطبوعات

- | | | |
|--------------------------------|---|-------|
| ۱۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ | (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام) جلد نوویں سٹی آف پنجاب | ۱۹۷۱ء |
| ۲۔ ابراہیم بیجا پوری | دکنی انوار سہیلیج | ۱۸۲۳ء |
| ۳۔ افضل الدین اقبال ڈاکٹر | مدرسہ اُردو ادب کی نشوونما | ۱۹۷۹ء |
| ۴۔ " | فورٹ سینٹ جارج کالج مدرسہ | ۱۹۷۹ء |
| ۵۔ امداد صابری | دکنی زبان و ادب کا ایک اہم مرکز | ۱۹۷۷ء |
| ۶۔ " | تاریخ صحافت اُردو جلد اول | ۱۹۷۷ء |
| ۷۔ بدر الدولہ قاضی | جلد دوم دوسرا ایڈیشن | ۱۹۷۷ء |
| ۸۔ بشیر الدین احمد | گلزارِ ہدایت | ۱۸۳۸ء |
| ۹۔ پردلکر، اے۔ کے | واقعات مملکت بیجا پور (جلد سوم) | ۱۹۱۵ء |
| ۱۰۔ تارا چند ڈاکٹر | ہندوستان میں چھاپہ خانہ | ۱۹۷۹ء |
| ۱۱۔ جمیب النساء ڈاکٹر | اہل ہند کی مختصر تاریخ | ۱۹۷۸ء |
| ۱۲۔ خالدی، ابو النصر | ریاست میسور میں اُردو کی نشوونما | ۱۹۷۲ء |
| ۱۳۔ خواجہ احمد فاروقی، ڈاکٹر | تفہیم ہجری و عیسوی | ۱۹۳۹ء |
| ۱۴۔ خواجہ حمید الدین شاہد | دہلی اُردو اخبار | ۱۹۷۲ء |
| ۱۵۔ دت، ڈاکٹر بیل کمار | اُردو میں سائنسی ادب | ۱۹۷۷ء |
| ۱۶۔ رحم علی الہاشمی | ہندوستان کے زمانہ قدیم وسطی کے کتب خانہ | ۱۹۷۹ء |
| ۱۷۔ زور، ڈاکٹر محی الدین قادری | فنِ صحافت | ۱۹۷۲ء |
| ۱۸۔ سیدہ جعفر، ڈاکٹر | گارساں و تاسی | ۱۹۷۱ء |
| ۱۹۔ سید محمد پروین | ماسٹر رام چندر اور اُردو نثر میں ارتقا میں حصہ | ۱۹۷۰ء |
| ۲۰۔ سید احمد | اربابِ نثر اُردو | ۱۹۳۷ء |
| ۲۱۔ شمش الدین احمد، منشی | ردِّ رسومات ہند | ۱۸۷۷ء |
| ۲۲۔ " | حکایات المجملہ (جلد اول) | ۱۸۳۷ء |
| ۲۳۔ طیب انصاری | " (جلد دوم) | ۱۸۳۹ء |
| ۲۴۔ عابد صدیقی | حیدرآباد میں اُردو صحافت (۱۸۵۷ء تا ۱۹۵۹ء) | ۱۹۸۰ء |
| ۲۵۔ عبداللہ یوسف علی | ادب اور صحافت | ۱۹۷۲ء |
| | انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ | ۱۹۷۷ء |

۱۹۴۰ء	حیدر آباد	دیوان عشق	۲۶	عبدالباسط
۱۹۴۲ء	"	میسور میں اردو	۲۷	عبدالحق، محمد سعید
۱۹۱۳ء	"	تذکرہ شعرائے دکن جلد دوم	۲۸	عبدالجبار، ملک پوری
۱۹۹۳ء	لاہور	صحافت پاکستان دہند میں	۲۹	عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر
۱۹۵۷ء	دہلی	ہندوستانی اخبار نویسی کمپنی کے عہد میں	۳۰	عتیق صدیقی، محمد
۱۸۸۴ء	بنگلور	بارانِ رحمت	۳۱	خاروق، خان عالم خان
۱۹۳۵ء	اورنگ آباد	خطبات	۳۲	گارساں دتاسی
۱۸۸۸ء	لکھنؤ	اختر شہنشاہی	۳۳	محمد اشرف
۱۹۰۹ء	حیدر آباد	بستان آصفیہ جلد اول	۳۴	مانک راؤ دھنل راؤ
۱۹۷۰ء	علی گڑھ	انگریزی ادب کی تاریخ	۳۵	محمد حسین، ڈاکٹر
۱۹۷۸ء	دہلی	اخبار نویسی کے ابتدائی اصول	۳۶	مظہر بلجیت سنگھ
۱۹۷۰ء	ممبئی	ممبئی میں اردو	۳۷	میمونہ دلی، ڈاکٹر
۱۹۳۸ء	حیدر آباد	مدراس میں اردو	۳۸	نصیر الدین ہاشمی
۱۹۶۳ء	لکھنؤ	دکن میں اردو (پچھائیڈیشن)	۳۹	"
۱۹۶۳ء	مدراس	قالادہ قاضی بدرالدولہ	۴۰	یوسف کوکن، پروفیسر

انگریزی مطبوعات

۱۹۷۰ء	انسایکلو پیڈیا آف برٹانیکا جلد ۱۳	۱
	ہسٹری آف دی برٹش ایمپائر ان انڈیا جلد چہارم	۲
۱۹۱۲ء	دنیائے تجس آف اولڈ مدراس	۳
۱۹۵۹ء	دی سنٹرل ایڈمنسٹریشن آف دی ایسٹ انڈیا کمپنی	۴
۱۹۶۲ء	لے ہسٹری آف دی پریس ان انڈیا	۵
۱۹۶۴ء	لے ٹیلنٹ ہسٹری آف اردو نیوز پیپرز	۶
	ٹو نیوز پیپرز آف مدراس اسلامک ٹیلر جلد VIII	۷
۱۹۷۷ء	اردو جرنلزم ان تامل ناڈو	۸
	صفی اللہ سیّد	

عربی مطبوعات

۱۸۶۲ء	مدراس	۱۱	مہدی واصف، محمد	حقیقۃ المرام فی تذکرہ العلماء الاعلام
-------	-------	----	-----------------	---------------------------------------

فارسی مطبوعات

۱۸۵۵ء	مدراس	تذکرہ محفل اراکین عظیم	۱ غوث خان اعظم، نواب محمد
۱۹۷۳ء	دہلی	تذکرہ اشارات بلیغ	۲ مرتضیٰ بلیغ، سید

رسائل

۱۹۳۵ء	اوجھڑی پہلے کے اردو اخبار	اکتوبر	۱ رسالہ اردو
۱۹۴۱ء	انیسویں صدی میں مدراس کے اردو اخبار	اپریل	۲ "
۱۹۵۲ء	بمبئی میں اردو	جنوری	۳ رسالہ اردو ادب
۱۹۵۷ء	مدراس میں اردو کا کچھ نیا سالہ	اپریل	۴ رسالہ نوائے ادب
۱۹۵۸ء	قدیم اخبارات کی کچھ جلدیں	اپریل	۵ "
۱۹۶۳ء	جنوبی ہند کا پہلا اردو اخبار	مئی	۶ سب رس، حیدرآباد
۱۹۶۳ء	مدراس کے اردو اخبارات کا معیار	۱۸ نومبر	۷ ہفتہ وار نصرت مدراس
۱۹۷۳ء	جامع الاخبار	جون	۸ آجکل نئی دہلی
۱۹۸۰ء	ہندوستانی صحافت کے دو سو سال	جنوری	۹ "
۱۹۵۹ء	حیدرآباد کی اردو صحافت کے سوال	۱۵ اگست	۱۰ روزنامہ سیاست
۱۹۸۰ء	حیدرآباد کے تلگو اخبارات	۷ اپریل	۱۱ "
۱۹۸۰ء	بمبئی کا پہلا اخبار آئینہ سکند	-	۱۲ ہفتہ وار تحیات بمبئی
۱۹۸۰ء	-	-	۱۳ مجلہ نظامیہ
۱۹۸۰ء	لا عبد القیوم نمبر	-	-

قدیم اخبارات

کتاب خانہ ادارہ ادبیات اردو، کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس	۱ جامع الاخبار
کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس، کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد	۲ اعظم الاخبار
کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس	۳ تیسیر الاخبار
کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد	۴ امیر الاخبار
کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، نیز چند شمارے مملوکہ راقمہ المحروف	۵ منظر الاخبار
کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد	۶ صبح صادق
کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس	۷ طلسم حیرت مدراس
مملوکہ راقمہ المحروف	۸ عمدۃ الاخبار
مملوکہ غوث الدین صاحب گھاٹ، کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس	۹ شمس الاخبار

مصنف کی دیگر کتابیں

① پرنٹنگ کی کہانی (تاریخ فن طباعت)

۱۹۶۵ء

”کتابت و طباعت باقاعدہ ایک فن ہے۔ زیر نظر کتابچہ اس فن کی ایک مختصر کہانی ہے۔ ایک عام قاری کے لیے یہ کتاب بڑی معلومات آفریں ہے اس میں ان تاریخی ٹھوس حقائق کو پیش کیا گیا ہے جو اس فن کی ترقی کا باعث بنے اور بڑے مدلل انداز میں مسلمانوں کی ان کوششوں کا بھی ذکر ہے جو اس کو سحران کمال تک پہنچائے، یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر لائبریری کی زینت بنے۔“

عاطق شاہ

روزنامہ ’سیاست‘ حیدرآباد

② تذکرہ سعید (اُردو و انگریزی)

۱۹۷۳ء

حیدرآباد کے مشہور علمی و دینی خدمت گزار خاندان کا مفصل و مستند تذکرہ بہت سے مضمونوں کا مجموعہ جن میں سے ہر ایک دلچسپ و پُر معلومات ہے خصوصاً ڈاکٹر یوسف الدین، ڈاکٹر فضل اقبال، ڈاکٹر محمد غوث کے قلم سے نکلے ہوئے علوم اسلامیہ، ثقافت اسلامیہ اور عثمانیہ یونیورسٹی کے سارے طلبہ کے لیے قابل مطالعہ۔

مولانا عید الماحد دریا بادی
’صدق جدید‘ لکھنؤ

③ مدراس میں اُردو ادب کی نشوونما (جلد اول)

۱۹۷۹ء

مدراس یونیورسٹی کے ایم۔ فل کے نصاب میں شامل اور آئندہ اپریش
اُردو اکادمی کجاہلا انعام یافتہ والی تحقیقی کتاب

”یہ کتاب مصنف کا وہ تحقیقی مقالہ ہے جس پر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد نے ان کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی ہے۔ ابھی تک اس موضوع پر کوئی اچھی کتاب موجود نہیں تھی اس کتاب سے یہ کمی پوری ہوگی اس سے مصنف کی محنت اور سلیقہ کا پتہ چلتا ہے۔“

ماہنامہ ’معارف‘ اعظم گڑھ (نئی)

مقالہ نگار نے علاقہ مدراس کے ادیبوں کا تذکرہ بڑی جامعیت سے کیا ہے۔ ادیبوں کی تفصیل اور ریل پیل دیکھ کر مقالہ نگار کی غیر معمولی عرق ریزی کا اندازہ ہوتا ہے۔ عام طور سے پی ایچ ڈی کے مقالوں کی تیاری میں اتنی محنت نہیں کی جاتی۔ علاقہ مدراس کی حد تک ان کا کارنامہ ایک جامع کام ہے اور تاریخ اذ کے احصا کا ایک فلا پٹر کرتا ہے۔ بہت کم ایسے محقق ہونگے جن کی پہلی تصنیف اتنے اچھے معیار کی ہو۔

پروفیسر ڈاکٹر گیان چند جین صدر شعبہ اردو، حیدرآباد یونیورسٹی

مدراس میں اردو ادب کی نشوونما کا ایک نسخہ دھول ہوا اور موضوع سے شغف کی بنا پر ایک دم پڑھ ڈالا۔ یہ کام آپ نے خوب کیا ہے اور ڈھنگ سے کیا ہے جس کے لیے آپ لائق مبارکباد ہیں خدا آپ کی علمی توفیق زیادہ کرے۔

پروفیسر ڈاکٹر مسعود حسین خان صدر شعبہ لسانیات علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی

”میں نے اس کتاب کو اپنے یہاں ایم۔ فل میں مقامی مضامین پر کام کرنے والوں کے لیے داخل نصاب فی الفور کر لیا۔ یہ کتاب کام کی ہے اور آئندہ تحقیق کرنے والوں کے لیے بنیادی مواد فراہم کرتی ہے۔ اللہ کرے کہ آپ کا ذوق تحقیق و تصنیف اور بایادہ ہو اور آپ اردو دنیا میں اس سے زیادہ شہرت حاصل کریں۔“

پروفیسر ڈاکٹر نجم الہدی صدر شعبہ عربی، فارسی و اردو مدراس یونیورسٹی

یہ دیکھ کر بے مدغوشی ہوئی کہ آپ کے مقالے کا پہلا جڑ چھپ کر شائع ہو گیا ہے آپ کو میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں قبول کیجئے آپ نے بلاشبہ اس کی تیاری میں بہت محنت کی ہے۔ انشاء اللہ یہ کتاب بہت مقبول ثابت ہوگی۔

پروفیسر الحاج حافظ محمد یوسف کوکن عمری
موظف صدر شعبہ عربی، فارسی و اردو مدراس یونیورسٹی

فورٹ سینٹ جارج کالج دکنی زبان و ادب کا ایک اہم مرکز ۱۹۷۹ء
اگر پردیش اردو اکاڈمی (لکھنؤ) کی ایوارڈ یافتہ تحقیقی کتاب

اردو زبان و ادب کی نشوونما میں مدراس اور جنوبی ہند کا حصہ انتہائی اہمیت رکھتا ہے کلکتہ کے فورٹ ولیم کالج کی طرح مدراس کے فورٹ سینٹ جارج کالج کا رول نہایت اہم ہے۔ ڈاکٹر افضل اقبال نے بڑی محنت کے ساتھ منتشر مواد کو جمع کیا ہے ان کی تحقیقی کتاب اردو لٹریچر میں ایک خوشگوار اضافہ ہے میں بڑی مسرت کے ساتھ اس نئی کتاب کا خیر مقدم کرتی ہوں۔

پروفیسر ڈاکٹر انامیری شمل پروفیسر نڈ مسلم کالج ہارورڈ یونیورسٹی (امریکہ)

”مصنف نے فورٹ سینٹ جارج کالج پر بہت تفصیلی کام کیا ہے اسے دیکھنے سے پہلے مجھے اندازہ نہ تھا کہ اس کالج میں بھی اردو کے اتنے قلم کار ہوئے ہیں اس عہد کے کئی مستشرقین اور ادیبوں کے نام اور کام سے واقفیت تھی لیکن ان میں سے بعض کے بارے میں یہ خیال نہ تھا کہ ان کا تعلق فورٹ سینٹ جارج کالج سے ہے، زیر نظر کتاب سے یہ معلوم ہوا۔“

پروفیسر ڈاکٹر گیان چند جین صدر شعبہ اردو حیدرآباد یونیورسٹی

”خوشی ہوئی کہ آپ کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ خصوصاً وہ حصہ جو قلم سینٹ جارج مدراس کے علمی کارناموں سے متعلق ہے چھپ گیا ہے فورٹ سینٹ جارج کالج مدراس اور فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے علمی کارناموں سے ہمارے علمی اداروں کو روشنی ملے گی اور کام کو آگے بڑھانے کا سلیقہ یا ڈھنگ آجائے گا۔ انشاء اللہ یہ علمی کارنامہ آئندہ ترقی کا زینہ بنے گا۔“

ڈاکٹر محمد یوسف الدین موظف صدر شعبہ مذہب و ثقافت عثمانیہ یونیورسٹی

”جس قدر میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم نے اس کا مواد جمع کرنے میں واقعی بڑی محنت کی ہے اتنے قدیم دور کی تاریخ کا مطالعہ کرنا اور اس پر تحقیق و تنقید اور ریسرچ کرنا کوئی آسان کام نہیں اس کے لیے بڑی فراغت اور محنت و عرق ریزی سے کام کرنا پڑتا ہے۔ خصوصاً آج کل اردو دشمنی کا جو ماحول پیدا ہو گیا ہے اس میں تاریخ ادب کے ایسے قدیم دور کا پتہ لگانا بڑے دل گمہ دے کا کام ہے اور تمہاری یہ کامیاب کوشش لائق تحسین و قابل مبارکباد ہے۔“

پروفیسر محمد اعظم خان پروفیسر اردو بہاول پور یونیورسٹی (پاکستان)

آپ کی خوبصورت، دیدہ زیب اور شاہکار تصنیف ”مدراس میں اردو ادب کی نشوونما“ پڑھ کر طبیعت ناباغ ہو گئی۔ کتاب کیا ہے، تحقیق و تنقید کا مادہ، آپ نے تاریخی پس منظر میں حقائق و واقعات جس انداز سے پیش فرمایا، واقعی قابلِ داد ہے۔ کتاب کے ریجاز و اعجاز کے باوصف ”فورٹ سینٹ جارج“ کا اضافہ اس سلسلہ کی اگلی کتابوں میں اس کو ممتاز و متمایز کر دیا ہے جزا کم اللہ خیر الخیراء۔

راجی فدائی ایڈیٹر ”سفر دیلور“

اس میں اردو ادب کی نشوونما (جلد دوم) زیر طبع

ل کے آخری حکمران نواب محمد غوث خان اعظم کے عہد ۱۸۲۵ء تا ۱۸۵۵ء کی علمی ادبی سوانحی اور مذہبی خدمات کا مفصل جائزہ۔